مریم عزیز

عمر کا ساتھ سجنا

وہ پائپ ہاتھ میں لیے گنگناتے ہوئے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ جب اسے اپنے نام کی پکار سنائی دی تھی۔

"پاپا! اتنی جلدی آگئے۔" وہ پائپ کیاری میں رکھ کر تیزی سے کچن کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔ جالی کا دروازہ کھول کر جب وہ اندر داخل ہوئی' سلطان صاحب کچن میں ہی کھڑے تھے۔

"السلام علیکم پاپا!"

"وعلیکم السلام کہاں چلی گئی تھیں' کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔"

"یہیں تھی پاپا! پیچھے لان میں پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ آج آپ جلدی آگئے۔"

"ہاں' آج ساجد بھائی نے آنا تھا مجھے پتا تھا۔ میری بیٹی اکیلی ہوگی۔ سوچا چلو اس کی کچھ ہیلپ کروا دوں۔" وہ ہنس پڑی تھی۔

"میری ہیلپ کے لیے سکینہ تھی۔ میرے ساتھ دوسرا مجھے کوکنگ آتی ہے پاپا! آپ نے مجھے بالکل ہی نکما سمجھ لیا ہے۔"

"چائے بنانی آتی ہے۔ آملیٹ بھی بنا لیتی ہو گو بھی گوشت بھی بنا لیتی ہو۔ اتنا مجھے پتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کچھ آتا ہے تو بتاؤ۔" ان کا انداز چیلنج کرتا ہوا تھا۔

"اوکے!" اس نے جیسے ان کا چیلنج قبول کیا تھا۔ "یہ دیکھیں "فرائی فش" بنائی ہے اور میں نے بنائی ہے۔" اس نے سینے پر انگلی رکھ کر کہا "اور یہ کوفتے۔"

مکمل ناول

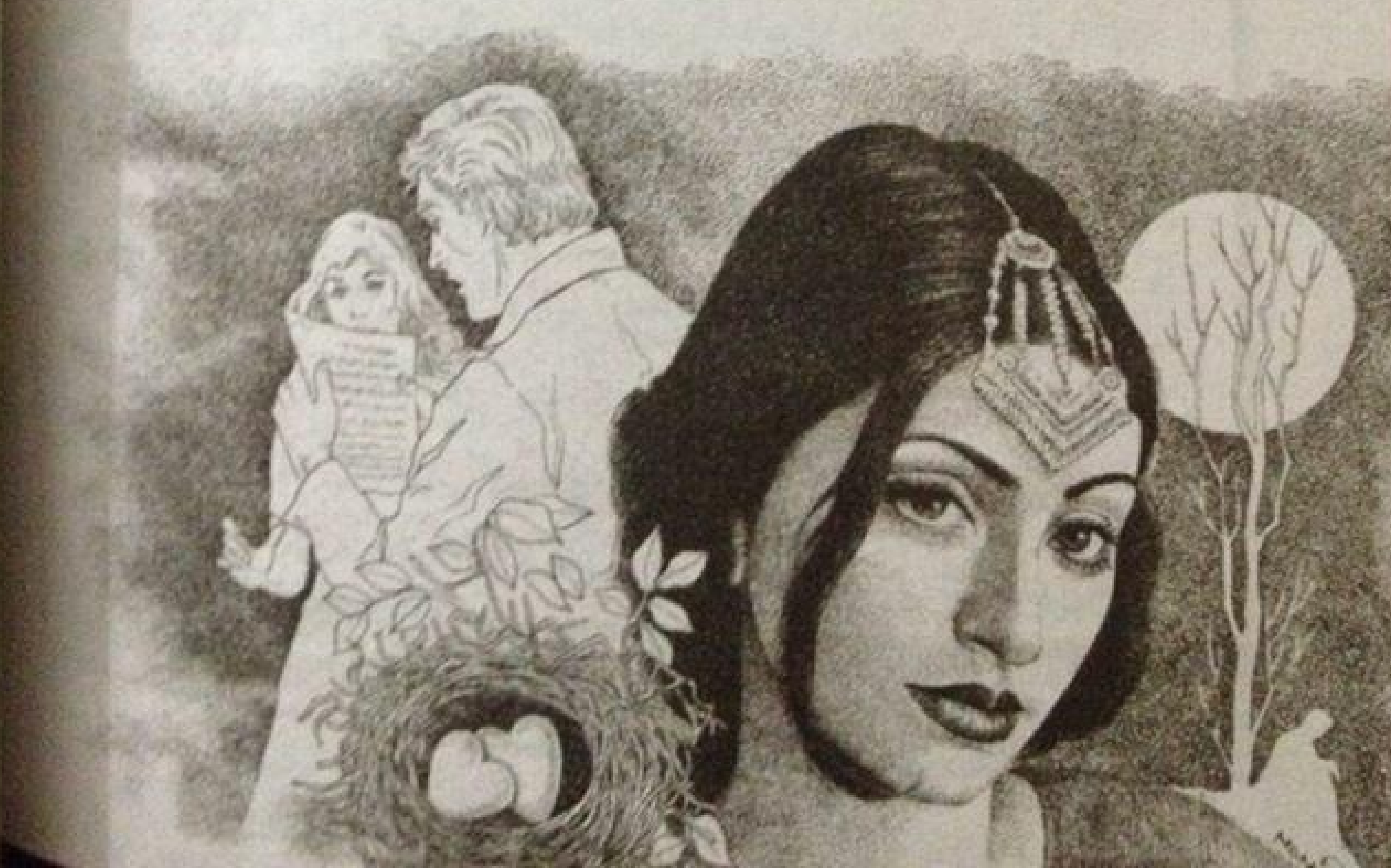

"واہ بھئی! یہ تو کمال ہو گیا۔" وہ بے ساختہ خوش ہو کر بولے۔

"لیکن ایک بات بتا دوں کوفتے ریڈی میڈ ہیں۔" اس کے بتانے پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"بھلے ریڈی میڈ ہوں بنائے تو میری بیٹی نے ہیں نا۔ سکینہ کدھر گئی ہے؟"

"اسے میں نے پاس کی بیکری میں بھیجا ہے آئس کریم لانے۔"

"ہوں گڈ!" "میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں" "تب تک تم چائے بناؤ۔ دونوں باپ بیٹی پیتے ہیں اور ساتھ میں گپ شپ کرتے ہیں۔"

وہ سرہلا کر چولہے کی طرف مڑ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ بڑے انہماک کے ساتھ اپنے نوٹس بنانے میں مصروف تھی جب سکینہ دروازہ کھول کے اندر آئی تھی۔

"وہ آپ کے تایا جی آگئے ہیں۔" اس کے برا سا منہ بنا کر اطلاع دینے پر عائشہ کو ہنسی آگئی تھی۔ "ان کو اپنے گھر چین نہیں، آتے بھی اس وقت ہیں جب کھانے کا وقت ہوتا ہے۔"

"چلو غصہ چھوڑو کھانا تو تم بنا چکی ہو نا!" عائشہ باہر آئی تھی۔

"السلام علیکم!" لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اس نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔" وہاں موجود تین لوگوں میں سے دو نے جواب دیا تھا اور وہ اس کے تایا اور اس کا کزن سعد تھا جو اس کو بالکل پسند نہیں تھا اور اس کی تائی زبیدہ جنہوں نے اس کے سلام کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی تھی کیونکہ وہ اسے پسند نہیں کرتی تھیں۔ اسے بھی وہ پسند نہیں تھیں سو وہ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے تایا جی کی طرف بڑھی اور ان سے پیار لے کر سامنے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اور عائشہ بیٹی! کیا کر رہی ہو آج کل۔"

"کچھ خاص نہیں تایا جی! صبح کالج پھر گھر یہی روٹین ہے۔"

"تو بیٹا! سارا دن بور نہیں ہوتیں، کبھی ہماری طرف بھی چکر لگا لیا کرو سلطان بھی کم ہی آتا ہے۔ میں ہی آجاتا ہوں۔"

وہ ان کے شکوے کے جواب میں صرف مسکرا ہی سکتی تھی۔ کیونکہ جو جواب اس کے پاس تھا۔ انہیں پسند نہ آتا۔

"ابو جی! دراصل ہماری کزن کا اسٹینڈرڈ نہیں کہ وہ ہمارے چھوٹے سے گھر میں آئے۔" یہ اس کے کزن سعد نے تبصرہ کیا تھا۔

عائشہ کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی اور اس کا چہرہ دیکھ کر تایا جی نے زبردست گھوری سے نوازا تھا۔ تائی جی کو شاید اپنے بیٹے کی شان میں یہ گستاخی پسند نہیں آئی تھی۔ وہ بھی کٹیلے انداز میں بولی تھیں۔

"ہاں تو سعد غلط کیا کہہ رہا ہے۔ کب آتی ہے عائشہ ہماری طرف۔ اتنی دفعہ بلایا ہے، یہ ہم ہی ہیں جو ڈھیٹوں کی طرح ان سے ملنے آجاتے ہیں۔" عائشہ کو ایک دم بہت غصہ آیا تھا۔

"زبیدہ!" ساجد صاحب نے غصے سے ان کا نام لیا تو وہ جو مزید بولنے کا ارادہ رکھتی تھیں، منہ میں ہی بڑبڑا کر رہ گئیں تب ہی سلطان صاحب کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ وہ اٹھ کر کچن میں آگئی۔ سکینہ تیزی کے ساتھ کام نپٹا رہی تھی۔

"سکینہ! تم یہ برتن ڈائننگ ٹیبل پر لگاؤ۔ میں یہ سلاد بناتی ہوں۔" اس کے ہاتھ سے چھری لے کر اس نے اسے ڈائننگ روم بھیجا تھا۔

سلاد کاٹ کر اس نے کباب بھی فرائی کر لیے اب وہ ڈش میں انہیں نکال کر یونہی کھڑی تھی۔ اس کا موڈ بالکل آف ہو چکا تھا اور اس کا اندر جانے کا بالکل دل نہیں کر رہا تھا۔

"باجی!" وہ اپنی سوچ میں تھی جب سکینہ کی آواز پر

جو گئی۔
"سب چیزیں رکھ دی ہیں اور سب بیٹھ گئے ہیں۔
بڑے صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"
"ہوں!" وہ صرف اتنا ہی کہہ سکی "سکینہ! تم اپنے
صاحب سے جا کہو، کھانا نہیں کھاؤں۔"
"جی باجی!" وہ تابعداری سے سر ہلا کر کاؤنٹر کی
طرف مڑ گئی۔
"عائشہ بیٹا! کہاں ہو۔ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" اب
کے سلطان صاحب نے خود اسے آواز دی تھی اور وہ
جانتی تھی۔ ایک تو وہ اس کے بغیر کھانا نہیں کھاتے اور
اب وہ نہ گئی تو وہ خود آجائیں گے وہ اندر کی طرف بڑھ
گئی۔

کھانا کھانے کے بعد اس نے چائے اور بسکٹ ٹرالی
میں سیٹ کیے اور سکینہ کو ٹرالی لاؤنج میں لانے کا کہہ کر
خود لاؤنج میں آگئی۔ سب کو چائے سرو کر کے وہ سلطان
صاحب کے پاس بیٹھ گئی۔
"سلطان! تم تو اچھے خاصے ہنس مکھ ہو۔ زرینہ بھی
بہت خوش مزاج اور ملنسار تھی۔ عائشہ تو تم دونوں سے
بالکل مختلف ہے۔" زبیدہ بیگم نے ابرو اچکا کر ایک دفعہ
پھر عائشہ کی ذات کو ہدف بنایا تھا۔
"آپ کی غلط فہمی ہے بھابھی! میری بیٹی بہت خوش
مزاج ہے۔ بس بات اتنی سی ہے کہ اس کا دل کسی کسی
سے ملتا ہے۔" سلطان صاحب کو غصہ تو بہت آیا تھا
لیکن جواب انہوں نے کافی ٹھنڈے انداز میں دیا تھا
اور ان کے جواب پر عائشہ کے ہونٹوں پر خود بخود
مسکراہٹ آگئی تھی۔
"بالکل ٹھیک کہا تم نے سلطان! ہماری عائشہ واقعی
بہت اچھی بچی ہے۔" ساجد صاحب نے ایک دم بات
کو سنبھالا تھا۔ "خیر تم یہ بتاؤ سلطان وہ جو آرڈر تھا جس
کا تم بتا رہے تھے کہ وہ پے نہیں کر رہے۔" انہوں نے
بات بدلی تھی۔
"نہیں بھائی جی! ابھی تک تو نہیں۔ الٹا روز روز
دھمکیاں ملتی ہیں۔" سلطان صاحب کے کہنے پر عائشہ
نے چونک کر انہیں دیکھا۔
"تم نے پولیس کو تو اطلاع نہیں کی؟"
"نہیں ابھی تو نہیں کی لیکن اب لگتا ہے ان کی مدد
لینی ہوگی۔"
"نہیں نہیں۔" ساجد صاحب تیزی سے بولے۔
"پولیس کو انوالو نہ کرو، وہ مزید تنگ کریں گے، میں نے
تم سے کہا بھی تھا سعد کو ساتھ رکھ لو۔ بیٹا کوئی ہے نہیں
تمہارا اور اتنی دولت ہے۔ لوگ اس لیے بھی شیر ہو
جاتے ہیں۔" ان کی بات سن کر سلطان صاحب مسکرا
دیے تھے۔
"اب اتنا بھی اندھیر نہیں پڑا بھائی صاحب! آپ
پریشان نہ ہوں، میں ہینڈل کر لوں گا۔" ساجد صاحب
نے ایک نظر سعد پر ڈالی اور خاموش ہو گئے۔

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
دستِ کوزہ گر
فوزیہ یاسمین

قیمت -/750 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

"عائشہ کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"ان شاء اللہ جلد ہی خوش خبری سنیں گے آپ؟"

ان کے مسکرا کر جواب دینے پر نہ صرف ان سب نے بلکہ عائشہ نے بھی چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

"کیا مطلب کیا تم نے طے کر لیا ہے۔" ساجد صاحب کی آواز میں پریشانی تھی۔

"جی یہی سمجھیں۔ لڑکا بہت اچھا ہے؟" سلطان صاحب مطمئن لہجے میں بولے۔

اب کی بار عائشہ پریشان ہو گئی تھی اس کے پاپا تو اس سے چھوٹی سے چھوٹی بات بھی ڈسکس کرتے تھے اتنی بڑی بات اس کی زندگی کا فیصلہ انہوں نے اکیلے کر لیا۔ اس سے پوچھا بھی نہیں۔

"چلیں ابو!" سعد ایک دم کھڑا ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ تایا جی اور تائی بھی کھڑی ہو گئی تھیں۔ سلطان صاحب ان کو رخصت کرنے باہر چلے گئے تھے۔ وہ وہیں صوفے پر بیٹھی رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ایک تو تمہاری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔ اپنی زبان کو لگام کیوں نہیں دیتیں تم۔" ساجد صاحب نے پیچھے مڑ کر غصیلی نظر اپنی بیوی پر ڈالی جواباً انہوں نے بھی غصے سے اپنے سرتاج کو دیکھا۔

"نہ ایسا کیا کہہ دیا میں نے؟"

"تمہیں کیا ضرورت تھی عائشہ کے بارے میں الٹی سیدھی بکواس کرنے کی۔

"کچھ تو خدا کا خوف کھائیں ساجد! میں نے کیا الٹا سیدھا کہا۔ اس جیسی مغرور بد مزاج لڑکی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔"

"اور کیا ابو! وہ کزن ہے میری لیکن مجال ہے اس نے کبھی سیدھے منہ بات کی ہو۔" اب کے ڈرائیو کرتا ہوا سعد بھی جلے ہوئے انداز میں بولا تھا "اسے چاچو کی دولت اور اپنی خوب صورتی کا کچھ زیادہ ہی مان ہے۔"

"اچھا بس زیادہ فضول بولنے کی ضرورت نہیں نہ تو وہ مغرور ہے نہ بد تمیز جس طرح کی تم طنزیہ گفتگو کرتی ہو زبیدہ بیگم! اچھا خاصا بندہ تم سے دور ہو جائے۔"

"ابو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ اس کی اتنی طرف داری کیوں کرتے ہیں۔" اب کے سعد ناراضی سے بولا۔

"انسان کبھی تو عقل سے کام لیتا ہے۔ کیا تم لوگ نہیں جانتے۔ میں کیا چاہتا ہوں تم لوگ میرا بنا بنایا کام خراب کرو گے۔"

"ہونہہ!" "ان کی بات — سمجھ کر زبیدہ نے ہنکارا بھرا تھا" جو آپ سوچ رہے ہیں وہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ سلطان کبھی بھی اپنی بیٹی کا رشتہ آپ کے بیٹے کو نہیں دے گا۔" زبیدہ نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے ساجد صاحب کو دیکھا۔

"منہ اچھا نہ ہو تو بات ہی اچھی کر لیا کرو" زبیدہ بیگم تلملا کر رہ گئی تھیں۔

"آپ کی بھتیجی کی تو اچھی شکل ہے نا تو کر لیں پھر بات۔ آپ کو جب ٹکا سا جواب ملے گا تو ہو جائے گی تسلی بھی۔" انہوں نے ناراضی سے کہتے ہوئے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"تم اپنی چونچ بند رکھو۔ میں خود سب سنبھال لوں گا۔" اب کی بار کوئی نہیں بولا تھا۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ہائے!" وہ اپنے دھیان میں بیٹھی تھی جب سدرہ زوردار آواز میں بولتی ہوئی دھپ سے اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ؟" عائشہ نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟ یہ منہ کیوں بنا رکھا ہے؟"

"کچھ نہیں یار! کل تایا جی آئے تھے" وہ بجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"ہاں تو اس میں نیا کیا ہے۔"

"نیا وہ ہے جو میں نے سنا۔ مجھے پاپا کئی دن سے

پریشان لگ رہے تھے۔ وہ تو کل پتا چلا کہ کوئی انہیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ دوسرے پاپا نے کسی کو میرے لیے پسند کرلیا ہے۔"

"ہیں!" سدرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میں رات سے بہت پریشان ہوں۔"

"بات ہے تو پریشانی والی۔ کیا یہ پتا نہیں چلا کہ کون لوگ ہیں، جو دھمکیاں دیتے ہیں۔"

"بزنس رائیول ہی ہوسکتے ہیں۔"

"ہوں اور وہ جو پسند کیا ہے وہ کون ہے۔"

"پتا نہیں۔ میں سن کر اتنی شاکڈ ہوئی تھی کہ کچھ پوچھ ہی نہیں سکی۔ پاپا! مجھ سے پوچھے بغیر میری زندگی کا فیصلہ کیسے کرسکتے ہیں انہیں اچھی طرح پتا ہے کہ میں اپنی عادت کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کرتی تھی کہ ایک انجان اور ایسا شخص جیسے میں جانتی بھی نہیں اس کے ساتھ ساری زندگی... اور سدرہ! شاید پاپا کی خوشی کے لیے میں ایسا کر بھی لیتی اگر حذیفہ میری زندگی میں نہ ہوتا۔"

"حذیفہ کو بتایا اس بارے میں؟"

"نہیں۔ اور میں اسے بتانا بھی نہیں چاہتی۔ پہلے میں پاپا سے بات کرنا چاہتی ہوں۔"

"ہوں تو اپنا موڈ ٹھیک کرو۔ مجھے یقین ہے۔ انکل نے اگر ایسا کہا ہے تو اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔"
عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"عائشہ!" دستک کے بعد اس کے نام کی پکار سنائی دی تو وہ جو اوندھے منہ لیٹی تھی۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے بیٹا! پاپا کب سے اپنی گڑیا کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"سوری پاپا! مجھے پتا ہی نہیں چلا۔" وہ بال سمیٹتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ سامنے صوفے پر بیٹھ کر غور سے اسے دیکھنے لگے

"طبیعت ٹھیک ہے؟"

"جی!"

"پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ میں آفس سے آیا ہوں اور مجھے میری گڑیا کا چہرہ نظر نہیں آیا۔" عائشہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جن کو چھپانے کے لیے اس نے سر جھکا لیا تھا۔

"عائشہ! تم جانتی ہو تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ بولو کیا بات ہے۔" اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا تو ایک کے بعد دوسرا آنسو اس کی آنکھ سے نکلا وہ ایک دم پریشان ہو کر اس کے پاس آگئے تھے۔

"عائشہ میری جان! کوئی بات ہوئی ہے کسی نے کچھ کہا ہے۔" وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

"پاپا! کل آپ تایا جی سے کہہ رہے تھے۔ آپ نے میرے لیے کسی کو پسند کرلیا ہے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں۔" اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ پہلے تو وہ سمجھے ہی نہیں اور جب بات سمجھ میں آئی تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ عائشہ نے ناراضی سے انہیں دیکھا۔

"بس اتنی سی بات!"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے پاپا!" اب کے وہ سنجیدگی سے بولی تو سلطان صاحب کو بھی سیریس ہونا پڑا۔

"تم سعد سے شادی کرنا چاہتی ہو؟"

"جی...!" وہ ان کے سوال پر بے حد حیران ہوئی تھی اور اگلے ہی پل بڑے بے ساختہ انداز میں اس کا سر نفی میں گھوما تھا۔

"تو بس اس لیے کہا تھا۔ ساجد بھائی پہلے بھی کتنی بار باتوں باتوں میں یہ بات کرچکے ہیں اور اس وقت بھی مجھے لگا یہی بات کرنے والے ہیں۔" اور عائشہ کو لگا اس کے دل سے کوئی بہت بڑا بوجھ ہٹا ہو۔

"پاپا! آپ کو پتا ہے۔ میں کل سے کتنی پریشان ہوں... آپ کم از کم مجھے تو بتا دیتے۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"اور اگر سچ مچ ایسی بات ہوئی عائشہ! جیسے میں نے کہا ہے تو؟"

"چھوڑیں ناں پاپا! ایسا ہے تو نہیں نا۔" اب وہ کافی ہلکی پھلکی ہو چکی تھی۔

"چلیں کھانا کھاتے ہیں اور مجھے پتا ہے۔ آپ نے بھی نہیں کھایا ہو گا۔" وہ ان کا بازو تھام کر انہیں اٹھاتے ہوئے بولی۔

☼ ☼ ☼

"ہائے!" کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا جہاں حذیفہ کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ہائے!" جواباً وہ مسکرا کر بولی۔

"کیسی ہو؟" وہ اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیسی لگ رہی ہوں۔"

"ہمیشہ کی طرح خوب صورت۔"

"اچھا بس۔" عائشہ نے اسے ٹوک دیا۔ "کل کیوں نہیں آئے تھے؟"

حذیفہ کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی "بس ایسے ہی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور تم بتاؤ تم میرا فون اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی تھیں اور نہ ہی میسج کا جواب دے رہی تھیں۔"

"بس ایسے ہی موڈ ٹھیک نہیں تھا۔" اس کے بتانے پر حذیفہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"بدلہ لینے میں تو تمہارا کوئی ثانی نہیں۔"

"ایسی ہی ہوں میں۔"

"جیسی بھی ہو، مجھے اچھی لگتی ہو۔" وہ شرارت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"پتا ہے۔" وہ کھڑی ہو گئی تو حذیفہ بھی ہنستا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"کہاں جا رہی ہو؟" اسے کلاس روم کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ پوچھنے لگا۔

"ظاہر سی بات ہے کلاس لینے۔" وہ پیچھے مڑ کر جتاتے ہوئے انداز میں بولی۔

"ہاں۔ لیکن میں نہیں جا رہا مجھے گھر جلدی جانا ہے اور ہو سکتا ہے میں دو تین دن تک نہ آؤں۔" وہ کہتے ہوئے اپنے موبائل پر میسج بھی چیک کر رہا تھا۔

مسلسل خاموشی پر اس نے سر اٹھایا۔ عائشہ بڑے سنجیدہ انداز میں اسے گھور رہی تھی۔

"کیوں کیا ہوا؟" وہ حیرانی سے بولا۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں اتنی غیر حاضری کی وجہ؟"

"یار! گھر میں کچھ کام ہے۔"

"کیا کام؟" وہ باقاعدہ جرح پر اتر آئی تھی۔

"ہے نا بس۔" وہ کچھ جھنجلا کر بولا تو عائشہ غصے سے مڑی تھی۔

"حذیفہ تم مجھ سے کس انداز میں بات کر رہے ہو"

"آئی ایم سوری عائشہ! مجھے پتا ہے، تمہیں برا لگا ہے۔ لیکن یار میں بہت پریشان ہوں۔" حذیفہ کے تاثرات اتنی بے چارگی لیے ہوئے تھے کہ اسے اپنا غصہ ایک طرف رکھنا پڑا۔

"مجھے پتا ہے، تم پریشان ہو اور اسی لیے مجھے غصہ آ رہا ہے کہ تم مجھے کیوں نہیں بتا رہے۔ حذیفہ نے گہرا سانس لیا۔

"گھر میں کچھ پرابلم ہے۔"

"کیا؟" حذیفہ بتانے کے بجائے نظریں چرانے لگا۔

"پاپا کا آپریشن ہے۔ ستر ہزار کی ضرورت تھی۔ تیس ہزار کا انتظام ہو گیا ہے لیکن چالیس ابھی باقی ہیں اور ڈاکٹر آپریشن تب کریں گے جب فل اماؤنٹ جمع کروائی جائے گی۔"

اب کی بار عائشہ نے گہرا سانس لیا "حذیفہ! اتنی سی بات کے لیے تم پریشان ہو رہے ہو۔" حذیفہ نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا۔

"عائشہ! چالیس ہزار۔ تمہارے لیے معمولی بات ہو گی لیکن میرے لیے یہ ایک بہت بڑی رقم ہے۔" ایک لمحہ کے لیے عائشہ چپ کی چپ رہ گئی پھر بولی۔

"میرا مطلب وہ نہیں تھا حذیفہ! لیکن تم مجھ سے ڈسکس کرتے تو اتنی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ میں کل تمہیں چالیس ہزار روپے دے دوں گی۔" حذیفہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ "تو عائشہ! میں

اسی لیے تمہیں نہیں بتا رہا تھا۔ میرا ضمیر بالکل گوارا نہیں کرے گا کہ میں تم سے رقم لوں۔"

"ہوں تو تم کیسے ارینج کرو گے؟" اس کے سوال پر وہ بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

"بھائی بھی کوشش کر رہے ہیں اور میں بھی۔ دیکھو کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔"

"اور اگر کچھ نہ ہوا تو کیا انکل اتنے دن تکلیف میں رہیں گے۔ نہیں حذیفہ! تمہیں یہ پیسے لینے ہوں گے۔"

"لیکن عائشہ! مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا۔"

"بس حذیفہ!" وہ دوٹوک انداز میں بولی تو حذیفہ مسکرا کر رہ گیا۔

"اوکے۔ میں اتنی بڑی رقم ایسے نہیں لے سکتا۔ تمہیں ضرور واپس کروں گا لیکن تھوڑا وقت لگے گا۔" عائشہ نے سرہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یہ آج شہزادی صاحبہ نے مجھ غریب کے گھر آنے کی زحمت کیسے کی؟" سدرہ نے جوس کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"شہزادی صاحبہ کا موڈ تھا کہ غریب لوگوں کے گھر جایا جائے۔" وہ بے نیازی سے بولی تو سدرہ حسب عادت کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آج تم کالج نہیں آئیں تو سوچا تمہاری خیر خیریت پتا کرتی چلوں۔" سدرہ مسکرائی۔

"گھر میں بہت خاموشی ہے۔" عائشہ نے خاموشی محسوس کرکے پوچھا۔

"ہاں سب باہر گئے ہیں اور علینہ سو رہی ہے" اس نے اپنی چھوٹی بہن کا نام لیا "تم بیٹھو میں کچھ کھانے کا بندوبست کرتی ہوں۔"

"نہیں چھوڑو۔ میرے پاس بیٹھو۔"

"رکو بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔" سدرہ کے جانے کے بعد اس نے گہرا سانس لیا اور دل میں الفاظ ترتیب دینے لگی جو بات وہ کرنے آئی تھی اور پورے پانچ منٹ بعد سجی ہوئی ٹرالی کے ساتھ سدرہ اس کے سامنے تھی۔

"واہ بڑی فاسٹ سروس ہے۔" عائشہ بشاش لہجے میں بولی۔

"ٹیک لو نا!" اس کو آہستہ آہستہ کاٹنے سے کباب کھاتے دیکھ کر سدرہ نے کہا۔

"نہیں یار! دل نہیں کر رہا۔" سدرہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اب وہ بات کہہ دو جس کو کہنے کی تم کب سے کوشش کر رہی ہو۔"

عائشہ کو حیرت نہیں ہوئی۔ پاپا کے بعد ایک وہی تھی جو اسے سمجھتی تھی۔

"مجھے بیس ہزار کی ضرورت ہے۔" سدرہ کو جھٹکا لگا تھا۔

"مگر کیوں؟" عائشہ ہونٹ کاٹنے لگی تھی۔

"حذیفہ کو پیسوں کی ضرورت ہے۔" سدرہ منہ سے کچھ نہیں بولی تھی لیکن اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"اس نے نہیں مانگے ہمیں خود اس کی مدد کرنا چاہ رہی ہوں اس کے فادر سیریس ہیں اور آپریشن کے لیے رقم کی ضرورت ہے۔ وہ کافی پریشان ہے اور مجھے اچھا نہیں لگا۔"

"تم بہت غلط کر رہی ہو عائشہ! اسے پیسے مانگنے کے لیے تم ہی نظر آتی ہو۔"

"اس نے مجھ سے کوئی ڈیمانڈ نہیں کی۔ میں نے خود فورس کیا تھا کہ وہ مجھ سے پیسے لے لے۔ وہ تو نہیں لے رہا تھا۔"

سدرہ نے غصے سے سر جھٹکا۔ "اس کی شرٹ پرانی ہو گئی تو تمہیں فکر لگ جاتی ہے۔ اس کا موبائل گم ہو گیا تو یہ بھی تمہارا فرض ہے کہ تم اسے چالیس ہزار کا موبائل خرید کر دو، تمہارا بس چلے تو شاید اپنا بنگلہ بھی اس کے نام لکھ دو۔"

"سدرہ پلیز۔ میں یہاں تمہاری لعنت ملامت سننے نہیں آئی۔ پچاس، ساٹھ ہزار، میرے لیے کوئی مسئلہ

نہیں۔ میں دے سکتی ہوں لیکن میرا اور پاپا کا جوائنٹ اکاؤنٹ ہے۔ میں وہ آؤٹ اپنی ریزن (بلا کسی وجہ) اتنے پیسے نہیں نکال سکتی۔ اس لیے تمہارے پاس آئی تھی بیس ہزار تم دے دو باقی میں کر لوں گی۔" وہ اپنا ہینڈ بیگ پکڑ کر کھڑی ہو گئی تو سدرہ نے تیزی سے اس کا بازو تھام لیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔

"میں نہ تو تم پر لعنت ملامت کر رہی ہوں اور نہ ہی طنز۔ میں تمہیں بس سمجھا رہی ہوں۔ یہ جو تم کر رہی ہو یہ غلط ہے۔"

"سدرہ! میں نہ تو بچی ہوں اور نہ ہی نادان نا سمجھ۔ تم جانتی ہو میں حذیفہ کو پسند کرتی ہوں۔"

"اور تم یہ بھی جانتی ہو نا کہ تمہارے اور حذیفہ کے اسٹیٹس میں کتنا فرق ہے۔ انکل جنہوں نے تمہیں شہزادیوں کی طرح پالا ہے۔ وہ حذیفہ کے ساتھ تمہاری شادی کے لیے نہیں مانیں گے۔ تمہاری اور حذیفہ کے لائف اسٹائل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

عائشہ ایک پل کے لیے خاموش ہو گئی تھی "مجھے پتا ہے سدرہ لیکن میں پاپا کو منالوں گی اور جیسا تم حذیفہ کے بارے میں سوچتی ہو ویسا کچھ نہیں ہے اسے میری دولت سے کچھ غرض نہیں۔ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔"

"تم پچھتاؤ گی عائشہ! میں نے اس کی آنکھوں میں لالچ دیکھا ہے۔ کبھی اسے آزما کے دیکھنا۔"

"مجھے اس پر پورا یقین ہے۔" سدرہ اس کے پر یقین انداز پر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اب بولو دے رہی ہو یا نہیں؟" سدرہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

"کل کالج لے آؤں گی ابھی نہیں ہیں میرے پاس۔" سدرہ ناراضی سے بولی جبکہ عائشہ مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگ گئی۔

"مجھے پتا تھا میری دوست کبھی مجھے انکار نہیں کر سکتی۔" تب ہی اس کے موبائل پر بیل ہوئی تھی "پاپا آ گئے" سکرین دیکھ کر وہ جلدی سے بولی۔

"کل یاد سے لے آنا۔" کمرے سے نکلنے سے پہلے وہ یاد دہانی کروانی نہیں بھولی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پاپا بستر پر نیم دراز تھے اور ایک البم ان کے آگے کھلا تھا۔

"پاپا! آ جاؤں؟" اس نے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آؤ بیٹا! اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔" وہ کہنے کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ ان کو دیکھتی ہوئی سامنے بیٹھ گئی۔

"میں ٹھیک ہوں گڑیا!" وہ مسکرا کر بولے۔

"پر مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہے۔ کتنے دن سے دیکھ رہی ہوں آپ کچھ پریشان ہیں۔"

"تمہارا وہم ہے۔ یہ بتاؤ کیا کر رہی تھیں۔"

"مووی پر آپ کا ویٹ کر رہی تھی۔ آپ نہیں آئے تو دیکھنے آ گئی تھی۔ سو تو نہیں گئے۔"

"لیٹا تو سونے کے لیے تھا پر نیند نہیں آئی۔ تمہارا بچپن یاد آ رہا تھا تو یہ البم لے کر بیٹھ گیا۔ یہ تصویر دیکھو یہ تم چھ ماہ کی ہو اور تمہاری ماں دیکھو۔ کتنی خوش تھی تمہیں گود میں لیے۔"

بار بار دیکھی ہوئی تصویروں کو وہ پھر سے اشتیاق سے دیکھنے لگی۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا پاپا کہ میں ماما کی طرح خوب صورت ہوں۔" تو وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"نہیں، تم اپنی ماما سے زیادہ خوب صورت ہو۔" وہ ہنس کر البم کا اگلا صفحہ پلٹنے لگی۔

"پاپا! ایک بات پوچھوں؟"

"ہوں" "ماما کی ڈیتھ بہت ارلی ایج میں ہو گئی تھی آپ بھی تب ینگ تھے پھر بھی آپ نے شادی نہیں کی۔"

"کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔"

"لیکن پھر بھی پاپا! مجھے پتا ہے۔ آپ ماما سے بہت پیار کرتے تھے لیکن ماما کے بعد آپ کو حق تھا کہ آپ شادی کرتے۔ میں جب آپ کو چپ اداس دیکھتی ہوں تو مجھے بہت برا لگتا ہے۔"

اس کی بات پر وہ ہنس پڑے تھے "اب اس عمر میں تو میں شادی کرنے سے رہا۔"

"پاپا! مذاق میں میری بات کو نہ ٹالیں۔ آئی ایم سیریس۔" وہ منہ بسور کر بولی۔ "یہ سچ ہے میں تمہاری ماما سے بہت پیار کرتا تھا، میرا دل نہیں مانتا تھا کہ میں اس کی جگہ کسی اور کو دوں لیکن سب سے بڑی وجہ تم تھیں۔ میں تمہیں سوتیلے پن کا درد نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے سوتیلے پن کا درد برداشت کیا ہوا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تم بھی اس درد سے آشنا ہو۔"

"لیکن پاپا! بابا جی تو آپ سے بہت پیار کرتے ہیں اور آپ نے بھی کبھی انہیں سوتیلا نہیں کہا۔"

"وہ تو میں اب بھی نہیں کہہ رہا لیکن ان کی والدہ نے کبھی مجھے اپنا بیٹا نہیں سمجھا۔ وہ اذیتیں جو انہوں نے مجھے دی تھیں۔ اب بھی اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی جب مجھے یاد آتی ہیں تو میں کانپ جاتا ہوں۔"

"چھوڑیں پاپا!" انہیں ڈپریس دیکھ کر اس نے موضوع بدل دیا۔

"یہ کون ہے پاپا؟" اس نے ایک گروپ فوٹو پر انگلی رکھی تھی۔

"یہ" سلطان صاحب نے مسکرا کر اس تصویر کو دیکھا "یہ میرا بیسٹ فرینڈ نوازش اور یہ اس کی وائف نوازش تمہاری ماما کا کزن بھی تھا۔"

"یہ اب کہاں ہیں پاپا! میں نے تو اتنے سالوں سے کبھی انہیں نہیں دیکھا۔"

"تمہاری مما کی ڈیتھ کے بعد یہ لوگ امریکہ چلے گئے تھے۔ میرا فون پر ان سے رابطہ تھا۔ اب نوازش کا فون آیا تھا کہ وہ لوگ پاکستان آرہے ہیں۔"

عائشہ نے حیرت سے ان کی خوشی دیکھی "میں نے پہلے آپ کو اتنا خوش کبھی نہیں دیکھا۔"

"ہاں۔ میں واقعی بہت خوش ہوں کیونکہ وہ میرا دوست، میرا ہمدرد ہمراز ہے۔ اس سے میں اپنی ہر پریشانی شیئر کر سکتا ہوں۔"

"پاپا! آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔ ایسا کیا ہے جو آپ مجھ سے نہیں اپنے اس دوست سے شیئر کرنا چاہتے ہیں، جن سے آپ سالوں سے نہیں ملے۔"

"ارے میری جان! ایسا کچھ نہیں۔ بس اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں نا تو جلدی گھبرا جاتا ہوں۔ بس ہر وقت تمہاری فکر ہی رہتی ہے اور تمہارے معاملے میں میں کسی پر بھی بھروسا نہیں کر سکتا۔ سوائے نوازش کے اور اس کے آتے ہی میں تمہارے فرض سے سبک دوش ہو جاؤں گا۔"

"پاپا! آپ کو ہر وقت میری شادی کی فکر کیوں رہتی ہے۔ کیا میں آپ کو اتنی بری لگتی ہوں کہ آپ کا دل چاہتا ہے۔ میں آپ سے دور چلی جاؤں۔" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

سلطان صاحب نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا "عائشہ! میں کب چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے دور جاؤ بس کسی نقصان سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے چاہتا ہوں، تم کو کسی مضبوط ہاتھوں میں سونپ جاؤں جو تمہارا مجھ سے زیادہ خیال رکھے۔ مجھ سے زیادہ پیار کرے۔"

"پاپا! ایسا اس دنیا میں کوئی نہیں جو مجھے آپ کی طرح پیار کرے۔"

"ہے ایسا ایک گھر جہاں سب تمہیں پیار کریں گے۔" ان کی مسکراتی آواز پر وہ سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"نوازش اور سلمیٰ نے جب تم چھوٹی تھیں تب ہی مجھ سے اور زرینہ سے تمہیں مانگ لیا تھا۔"

"پاپا؟" حیرت کی شدت سے اس کے آنسو جم کر رہ گئے۔

"یہ بات میں تمہیں بہت پہلے بتانا چاہتا تھا لیکن مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دن جب تم نے میری بات پر یوں ری ایکٹ کیا تو مجھے لگا یہ بات تمہیں پہلے بتا دینی چاہیے تھی تاکہ تم ذہنی طور پر تیار رہتیں۔ لیکن خیر دیر تو اب بھی نہیں ہوئی۔" وہ کتنی دیر خاموشی

سے ان کا چہرہ دیکھتی رہی۔

"عائشہ!" ان کے پکارتے ہی جیسے وہ پھٹ پڑی تھی۔

"آپ ایسے کیسے سوچ سکتے ہیں پاپا! ایک بات جو کبھی بچپن میں کی گئی تھی۔ آپ اسے میری زندگی بنانا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ اتنے سالوں سے باہر ہیں۔ کیا جانتے ہیں آپ ان کے بارے میں۔ ان کے بیٹے کے بارے میں۔ اس کی کوالیفکیشن کیا ہے؟ وہ کرتا کیا ہے؟ دکھتا کیسا ہے؟ اس کی عادتیں کیسی ہیں؟ وہ فنانشلی کیسے ہیں؟ کچھ پتا ہے آپ کو؟" اس کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہو گیا تھا۔

"عائشہ!"

"نہیں پاپا! آپ میری بات سنیں۔ آپ مجھے جان کہتے ہیں اور مجھے اندھے کنویں میں دھکیلنا چاہتے ہیں صرف یہ کہ وہ آپ کے دوست کا بیٹا ہے چاہے وہ ڈرگ ایڈکٹ ہو، چور ہو، اسمگلر ہو کہیں ویٹر ہو سویپر ہو۔ ٹیکسی ڈرائیور ہو لیکن میں اس سے شادی کروں کیونکہ وہ آپ کے دوست کا بیٹا ہے۔ پاپا میں آپ کی ہر بات مان سکتی ہوں لیکن یہ نہیں۔ جس انسان کو میں نے کبھی دیکھا نہیں جسے میں جانتی نہیں اس سے میں کیسے شادی کر سکتی ہوں۔" وہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"عائشہ!" انہوں نے اسے آواز دی تھی لیکن وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

عجیب سا احساس تھا جس نے اس کے سوئے ہوئے اعصاب کو بیدار کیا تھا لیکن اپنی دکھتی آنکھوں کو کھولنے کے لیے اسے کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کے قریب رکھا اس کا موبائل بج رہا تھا اور پتا نہیں کب سے بج رہا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ بڑھانے پر خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل تھاما۔ دس مسڈ کالز تھیں وہ بھی حذیفہ کی۔ اس نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا موبائل ایک بار پھر بج اٹھا۔ آنے والی کال حذیفہ کی تھی۔

"ہیلو، ہیلو عائشہ! کب سے فون کر رہا ہوں۔ ریسیو کیوں نہیں کر رہیں اور کالج کیوں نہیں آئیں۔"

"ہاں۔ بس ایسے ہی۔" اب کی بار دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔

"کیا بات ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

"ہوں۔ رات سے طبیعت ٹھیک نہیں۔ تم بتاؤ سدرہ نے تمہیں پیسے دے دیے تھے۔"

"ہاں مل گئے تھے۔ تھینک یو ویری مچ عائشہ! میری سمجھ میں نہیں آ رہا کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

"اٹس اوکے حذیفہ! میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ بعد میں تم سے بات کروں گی۔"

"اوکے ٹیک کیئر۔" حذیفہ نے بھی مزید بات کیے بغیر فون بند کر دیا۔ وہ اب بھی چت لیٹی چھت کو دیکھ رہی تھی۔ بیدار ہوتے ہی ساری سوچیں پھر سے دماغ پر حاوی ہونے لگی تھیں۔ دستک پر اس نے سامنے دیکھا جہاں سکینہ کھڑی تھی۔

"اٹھ گئیں باجی آپ؟" اس کے مسکرا کر پوچھنے پر وہ صرف "ہوں" کر کے رہ گئی۔

"ناشتا بناؤں آپ کے لیے۔" وہ اس کے کمرے میں بکھری چیزیں سمیٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں ابھی نہیں۔ پاپا چلے گئے۔"

"جی وہ ان کا فون آیا تھا مگر مجھے کہہ کر گئے تھے کہ آپ کو ناشتے کے بغیر کالج نہ جانے دوں۔" عائشہ کتنی دیر غائب دماغی سے سامنے دیکھتی رہی۔

"پاپا نے ناشتا کیا؟" تھوڑی دیر بعد اس نے سکینہ سے پوچھا جو جھک کر میگزین اٹھا رہی تھی۔

"انہوں نے کبھی آپ کے بغیر ناشتا کیا ہے۔" سکینہ کے جتاتے ہوئے انداز پر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"جاؤ۔ میرے لیے چائے بناؤ میں آتی ہوں۔" وہ سکینہ سے کہہ کر خود واش روم میں گھس گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"باجی! سدرہ باجی آئی ہیں۔" وہ بڑی بے دلی کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی جب سکینہ کی اونچی آواز پر اس نے لاؤنج کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے سدرہ اور سکینہ داخل ہو رہی تھیں۔ اس کے اندر آتے آتے سدرہ نے بغور اس کا جائزہ بھی لے لیا تھا۔

"کسی اینگل سے نہیں لگ رہا کہ تم بیمار ہو تو کالج سے آف کرنے کا مطلب؟"

"نہ سلام نہ دعا اور آتے ہی تم نے چڑھائی کر دی۔" عائشہ نے برا مانتے ہوئے کہا۔

"سکینہ! تم کھانا لگاؤ ہم آتے ہیں۔" سکینہ کے جاتے ہی سدرہ بول پڑی تھی

"اگر تم نے مجھے یہ پوچھنے کے لیے بلایا ہے کہ میں نے حذیفہ کو پیسے دے دیے ہیں تو اس کا جواب ہاں ہے اور اپنی تسلی کے لیے تم اس کو فون کر کے کنفرم کر سکتی ہو۔" عائشہ نے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر جلاتی مطمئن بیٹھی سدرہ کو غصے سے دیکھا۔

"میں نے تم سے کچھ بھی ایسا پوچھا؟" سدرہ نے کندھے اچکائے۔

"کہا تو نہیں پر مطلب تو وہی تھا نا" اب کی بار عائشہ کا حوصلہ جواب دے گیا تھا۔

"دفع ہو جاؤ تم اسی وقت۔" عائشہ سرخ چہرہ لیے کھڑی ہو گئی تھی۔ "ایک تو میں اتنی پریشان ہوں اور اوپر سے تمہاری بکواس بند نہیں ہو رہی اور یہاں آ کر تم نے جو مجھ پر احسان کیا ہے۔ اس کے لیے مجھے معاف کرو۔" آخر میں اس کی آواز بھرا گئی بھی کہ وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی جبکہ اس دوران سدرہ پوری آنکھیں کھولے "ہیں ہیں" کرتی رہ گئی اور پھر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی وہ اسے دونوں ٹانگیں صوفے پر رکھے بیٹھی نظر آئی جبکہ چہرہ اس نے جھکا رکھا تھا۔ وہ گہرا سانس لیتی ہوئی اس کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

"عائشہ!" اس کے بلانے پر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئی اور اس کے ہلتے ہوئے وجود سے اسے اندازہ ہوا وہ رو رہی ہے۔

"عائشہ! ادھر دیکھو میری طرف۔" سدرہ نے اب زبردستی اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا اور ایک لمحے کے لیے حیران رہ گئی۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ دونوں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہے تھے۔

"ہوا کیا ہے انکل تو ٹھیک ہیں نا۔" وہ کچھ نہیں بولی۔ اسی طرح روتی رہی تو سدرہ کی پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔

"بولو عائشہ مجھے اب گھبراہٹ ہو رہی ہے انکل ٹھیک ہیں؟" اس نے بمشکل سر ہلایا سدرہ نے دونوں آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔

"تو پھر کیا ہوا ہے جو تم اتنا رو رہی ہو۔" اب کے سدرہ کے چہرے پر پریشانی کی جگہ الجھن نظر آ رہی تھی۔

"رات میری پاپا سے بات ہوئی تھی۔" اور رات کو جو جو سلطان صاحب نے اسے کہا اور بتایا تھا وہ سب عائشہ نے سدرہ کو بتایا تھا "تم بتاؤ۔ میں کیا کروں؟" وہ اب سدرہ سے پوچھ رہی تھی۔

"تم نے انکل کو حذیفہ کے بارے میں بتایا نہیں۔"

"میں وقت کا انتظار کر رہی تھی جب ہم اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر لیتے اور حذیفہ کو جاب مل جاتی پہلے کی بات اور تھی اب پاپا کے دوست کا بیٹا درمیان میں آ گیا ہے مجھے نہیں پتا وہ کیسا ہے اس کا بس پلس پوائنٹ یہ ہے کہ وہ پاپا کے دوست کا بیٹا ہے ہو سکتا ہے وہ ویل آف بھی ہو ویل ایجوکیٹڈ بھی ہو تو پاپا کو تو ریزن مل جائے گا حذیفہ کو ریجیکٹ کرنے کا جو میں نہیں چاہتی۔"

"یہ اچانک جو پاپا کے دوست کا بیٹا!" وہ یوں دانت پیس کر بولی جیسے پاپا کے دوست کا بیٹا اس کے دانتوں کے درمیان ہو سدرہ نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اپنی بے ساختہ ہنسی کو روکا تھا۔ "کیا کروں میں؟" وہ دونوں ہاتھ ملتی ہوئی بے بسی سے بولی۔

"عائشہ تم ایسا کیوں نہیں کرتیں کہ ایک دفعہ انکل کے دوست کے بیٹے سے مل لو" عائشہ نے غصے سے

اسے دیکھا۔

"تو اس سے کیا ہو گا؟"

"ہونا کیا ہے ہو سکتا ہے وہ تمہیں پسند آجائے آخر انکل نے اسے پسند کیا ہے کوئی تو خاص بات ہو گی اس میں۔"

"وہ دنیا کا بہترین انسان ہو تب بھی مجھے اس سے شادی نہیں کرنی اور ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جہاں تک پاپا کی بات ہے وہ تو خود اس سے نہیں ملے یہ تک نہیں جانتے وہ کرتا کیا ہے، دکھتا کیسا ہے کچھ بھی نہیں جانتے بس اسی لیے کہ وہ ان کے دوست کا بیٹا ہے میں اس سے شادی کرلوں اور تم بھی ان ہی کی حامی ہو کیونکہ تمہیں بھی حذیفہ پسند نہیں۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو مجھے حذیفہ پسند نہیں کیونکہ تمہاری آنکھوں پر تو پسندیدگی کی پٹی بندھی ہے جبکہ ہمیں حقیقت صاف نظر آتی ہے لالچی دھوکے باز۔"

"سدرہ شٹ اپ" عائشہ نے ناراضی سے اسے ٹوکا۔

"کامیاب شادی شدہ زندگی کے لیے محبت اور انڈر اسٹینڈنگ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اور یہ دونوں باتیں حذیفہ میں ہیں۔" سدرہ نے سر جھٹکا۔ وہ سمجھ گئی تھی بحث کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس کی سمجھ پر پردہ پڑ چکا تھا۔

"تو اس کا ایک ہی حل ہے تم انکل کو صاف صاف اپنی خواہش کے بارے میں بتادو۔ میرے خیال میں انکل کے نزدیک تمہاری خوشی سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔"

عائشہ پرسوچ انداز میں اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی' "پاپا مان جائیں گے؟" کچھ دیر بعد اس نے سدرہ سے پوچھا تھا۔

"امید تو یہی ہے' سدرہ کے کہنے پر وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ پاپا سے ناراض تھی اور جانتی تھی وہ اسے منانے ضرور آئیں گے تو وہ آج ضرور ان سے حذیفہ کے متعلق بات کرے گی۔ وہ کمرے میں ٹہلتے ہوئے الفاظ ترتیب دے رہی تھی جو اسے پاپا سے حذیفہ کی طرف میں کہنے تھے۔ گاڑی کا مخصوص ہارن بجتے ہی اس کے قدم رک گئے تھے اور وہ اضطراری انداز میں انگلیاں موڑتے ہوئے منتظر نظروں سے دروازے کو دیکھنے لگی۔ لیکن کچھ دیر بعد اسے سلطان صاحب کے بجائے ساجد صاحب کی آواز سنائی دی تو وہ حیران ہوتی ہوئی باہر نکل گئی اور سامنے کا منظر اسے ہلانے کے لیے کافی تھا۔

"پاپا!" وہ تقریباً چیختی ہوئی ان کی طرف بڑھی تھی۔

"یہ کیا ہوا پاپا؟" ان کے بازو اور سر پر پٹی بندھی تھی اور چہرے تمتما زرد ہو رہا تھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ گئے تھے اور آنکھیں بند کرکے صوفے کی بیک سے ٹیک لگالی تھی۔

"پاپا!" وہ ان کے کندھے کو ہلاتے ہوئے رو پڑی تھی۔ اس کے رونے پر انہوں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں عائشہ!" وہ جب بولے تو نقاہت ان کی آواز سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"ہوا کیا ہے تایا جی؟" وہ اب صوفے کے پیچھے کھڑے ساجد صاحب سے پوچھ رہی تھی۔

"کچھ لوگوں نے"

"کچھ نہیں ہوا۔ گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔" اس سے پہلے ساجد صاحب کچھ بتاتے انہوں نے ٹوک دیا تھا۔

"عائشہ بیٹا! اپنے پاپا کے لیے کچھ کھانے کو لے کر آؤ اور سعد! تم چاچو کو ان کے کمرے میں لے جاؤ۔" اور اس نے چونک کر سامنے دیکھا تھا جہاں سعد کھڑا بغور اسے دیکھ رہا تھا۔ اتنی پریشانی میں بھی اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ نہ جانے اسے سعد سے اتنی نفرت کیوں تھی اور سب سے زیادہ اس کے دیکھنے کے انداز پر اندر تک اتری گندی نظریں۔

وہ تیزی سے اٹھ کر کچن میں گئی تھی۔ فریزر سے مٹن نکال کر اس نے یخنی چڑھائی تھی جب وہ ٹرے لے کر دروازے کے قریب پہنچی تو اسے سلطان صاحب کی دھیمی آواز سنائی دی تھی۔

"بھائی صاحب! عائشہ کے سامنے کوئی بات مت کیجیے گا۔ وہ پریشان ہو گی۔"

"لیکن سلطان! اس کو پتا ہونا چاہیے۔"

"نہیں۔ میں ہینڈل کر لوں گا۔ بس اسے پریشان نہیں کرنا۔" وہ ٹرے ہاتھ میں پکڑے باہر کھڑی بری طرح الجھ گئی تھی۔

ایسی کیا بات تھی جو پاپا اس سے چھپا رہے تھے۔

"تم کہو تو سعد کو یہاں چھوڑ جاؤں؟" عائشہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ وہ دروازے کو دھکیلتے ہوئے اندر آ گئی۔

"جیتی رہو۔ چائے کی بہت طلب محسوس ہو رہی تھی۔" چائے کا کپ انہیں پکڑا کر وہ سعد کی طرف بڑھی جس نے کپ تھامتے ہوئے اس کی انگلیوں کو بھی مس کیا تھا۔ ایک کرنٹ تھا جو اس کے وجود کو لگا تھا۔

اس کی نظریں بے ساختہ انداز میں اس کی طرف اٹھی تھیں جو اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا جیسے اس نے اپنی اس حرکت کو انجوائے کیا ہو۔ عائشہ کے ہونٹ بھنچ گئے تھے تھپڑ مارنے کی چاہت وہ دل میں دبا گئی تھی۔

وہ یخنی کا پیالا لے کر سلطان صاحب کے پاس بیٹھ گئی۔

"ہاں سلطان! تم نے جواب نہیں دیا۔ سعد کو یہیں رہنے دوں۔" سلطان صاحب نے عائشہ کی طرف دیکھا جس نے بڑے غیر محسوس انداز میں سر نفی میں ہلایا تھا۔

"نہیں بھائی صاحب! اس کی ضرورت نہیں۔ میں اب ٹھیک ہوں اور اگر ضرورت ہوئی تو میں خود سعد کو فون کر لوں گا۔ گھر والی بات ہے۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ گھر والی بات ہے تمہارا اپنا خون ہے، بیٹا بن کر رہے گا تمہارا، جو میں نے تم سے بات کی ہے سنجیدگی سے سوچو اس بارے میں۔" کہنے کے ساتھ انہوں نے سلطان صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تھا۔

عائشہ ان کی در پردہ باتوں کے پیچھے چھپے پوشیدہ معنی کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی لیکن خود پر جبر کیے خاموشی سے بیٹھی رہی۔ اسے اس وقت صرف اپنے باپ کی فکر تھی۔

سلطان صاحب کو مسلسل خاموش دیکھ کر ساجد صاحب کو غصہ تو بہت آیا تھا لیکن یہ وقت تحمل سے کام لینے کا تھا ورنہ بنا بنایا کھیل خراب ہو سکتا تھا۔

"کوئی بات ہو تو فون کر دینا۔ اللہ حافظ!" ساجد صاحب کے نکلتے ہی سعد سلطان صاحب سے ہاتھ ملا کر چند لمحوں کے لیے اس کے قریب رکا تھا لیکن اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ مایوس ہو کر وہ باہر نکل گیا تھا۔

ان کے جاتے ہی اس کا خود پر کنٹرول ختم ہو گیا تھا اور آنسو نکل آئے تھے۔

"عائشہ روؤ نہیں بیٹا! مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

"پاپا! آپ مجھ سے کیا چھپا رہے ہیں؟"

"کچھ بھی نہیں بیٹا بتایا تو ہے گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔"

"جھوٹ میں نے گاڑی دیکھی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے ایک خراش بھی نہیں آئی۔" ایک پل کے لیے سلطان صاحب کچھ بول ہی نہیں سکے۔

"بولیں پاپا!"

"رات میں تم سے نوازش کی بات کر رہا تھا۔ آج اس کا فون آیا کہ وہ پاکستان آ گیا ہے۔ میں اس کے گھر جانے کے لیے آفس سے نکلا ہی تھا کہ چار پانچ لڑکے آئے اور مجھ سے پیسے اور موبائل مانگا۔ میری مزاحمت پر انہوں نے مجھے مارا پیٹا اور میرا والٹ اور موبائل چھین کر لے گئے۔ میں زمین پر پڑا تھا اتنی سکت نہیں تھی مجھ میں نہ ہل بھی سکوں۔ اسی وقت ساجد بھائی اور سعد آ گئے۔"

عائشہ پریشانی سے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ اس

وقت ان کی حالت کی وجہ سے اتنی پریشان تھی کہ نوازش صاحب کے آنے کی خبر بھی اس نے سرسری انداز میں لی تھی کہ حذیفہ بھی اس کے ذہن سے نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"پاپا! آپ کہاں جارہے ہیں۔" عائشہ نے حیرانی سے سلطان صاحب کو دیکھا تھا۔

"آفس" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے تھے۔

"پاپا! کچھ دن تو آرام کرلیتے آپ۔"

"مجبوری ہے گڑیا! بہت ضروری کام ہے۔" انہوں نے آملیٹ کا ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"جائیں گے کیسے؟"

"سعد کو بلوایا ہے۔" عائشہ نے برا سا منہ بنایا۔

"پاپا! آپ کوئی ڈرائیور کیوں نہیں رکھ لیتے۔ مجھے بالکل پسند نہیں سعد۔۔۔ کا آنا جانا۔"

"جانتا ہوں بیٹا!" انہوں نے اپنا موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"آپ تو جارہے ہیں آفس۔ میں گھر رہ کر کیا کروں گی۔ میں بھی کالج چلی جاؤں؟" وہ جو باہر کی طرف بڑھ رہے تھے تیزی سے مڑے تھے۔

"نہیں تم ابھی کالج مت جاؤ۔"

"پر کیوں پاپا۔" وہ حیرت سے بولی۔

"بس کہا نا کچھ ارینج منٹ کرلوں پھر چلی جانا۔"

"کیا ارینج منٹ؟" وہ پوچھنا چاہتی تھی لیکن پھر ان کے آنے پر ٹال دیا اور انہیں لاؤنج سے اللہ حافظ کہہ کر ناشتے کی میز پر آبیٹھی۔ ابھی اس نے نوالہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ اسکرین پر حذیفہ کا نمبر دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔

"ہیلو۔" اس کے ہیلو کہتے ہی وہ بولا تھا۔

"کہاں ہو عائشہ؟"

"گھر پہ ہوں۔"

"تین دن ہوگئے۔ کالج کیوں نہیں آرہی ہو۔"

"بہت جلدی یاد آگیا تمہیں یہ۔" عائشہ کے طنزیہ

کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہو کر رہ گیا۔

"آئے ایم سوری" وہ دھیمی آواز میں بولا۔ ساتھ ہی شکایت بھی کرڈالی۔

"اگر میں نے فون نہیں کیا تو تم نے بھی تو فون نہیں کیا۔" عائشہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"میں کیوں تمہیں فون کرتی؟"

"میں نے سوری کہا نا عائشہ! پھر سے کہہ دیتا ہوں سوری۔" اب کی بار عائشہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"اچھا اب تو بتادو۔ آ کیوں نہیں رہیں؟"

"پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

"اوہ! کیا ہوا تھا۔"

"بس فریکچر تھا تم بتاؤ انکل کا آپریشن ہوگیا۔ کیسے ہیں وہ؟"

"ہاں الحمدللہ۔ اب وہ بالکل ٹھیک ہیں بس پچھلے تین چار دن ہسپتالوں کے چکروں میں رہا۔ اس لیے بھی تمہیں فون نہیں کرسکا۔"

"ہوں۔" وہ ہنکارا بھر کر رہ گئی۔

"کل آؤ گی کالج؟"

"پتا نہیں۔"

"تم مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر اتنا روڈلی کیوں بات کررہی ہو۔"

"نہیں ایسی بات نہیں۔ بس پاپا کی طبیعت کو لے کر کچھ اپ سیٹ ہوں۔ چلو ٹھیک ہے حذیفہ فون رکھتی ہوں پھر بات ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔ اپنا خیال رکھنا بائے۔" فون بند کر کے وہ کتنی دیر ویسے ہی بیٹھی رہی۔

"باجی۔" سکینہ کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا۔

"کھانا بنادیا ہے۔ اب جارہی ہوں شام میں آؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" سکینہ کے جانے کے بعد وہ ٹی وی کے آگے بیٹھ گئی اور پتا نہیں کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ اور دروازے کی گھنٹی پر کھلی تھی اس کی نظر گھڑی کی طرف گئی جہاں دوپہر کے دو بج رہے تھے۔

"اس وقت کون آگیا؟" وہ سوچتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھی تھی۔ دو تین دفعہ پوچھنے پر جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے گیٹ کھول دیا۔ سامنے مانگنے والا فقیر تھا اس کا حلیہ ایسا تھا کہ اگلے ہی پل اس نے ڈر کر گیٹ بند کر دیا۔ اب بیل کے بعد دستک بھی شروع ہو گئی تھی۔

"اس نے جان نہیں چھوڑنی۔" جب دستک کا سلسلہ طویل اور زور دار ہو گیا تو اس نے دس کا نوٹ پکڑا اور بڑبڑاتی ہوئی گیٹ کی طرف بڑھی لیکن اب کی بار اس نے پورا گیٹ کھولنے کے بجائے ذرا سا ہاتھ بڑھا کر دس کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے زور سے ہاتھ ہلایا۔

"پکڑو۔" جواب میں اس نے نوٹ کے بجائے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اس کے منہ سے بڑے بے ساختہ انداز میں چیخ نکلی تھی اور ہاتھ چھڑوانے کے لیے جب اس نے گیٹ کھولا تو مزاحمت کرتا اس کا ہاتھ حیرت کے مارے ساکت ہو گیا۔ کیونکہ سامنے اس خوفناک حلیے والے فقیر کی جگہ ایک ہینڈسم سا لڑکا کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔" اس نے دوبارہ ہاتھ کھینچتے ہوئے غصے سے اسے دیکھا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا۔ پکڑو۔"

"میں نے ہاتھ پکڑنے کو نہیں کہا تھا۔"

"تو پھر۔" وہ اسی طرح ہاتھ تھامے پوچھ رہا تھا۔

"ہاتھ تو چھوڑیں میرا۔"

"لو۔" اس نے ایسے پوز کیا جیسے اسے پتا ہی نہ ہو کہ وہ ہاتھ پکڑے کھڑا ہے۔

"یہ نوٹ پکڑنے کو کہا تھا۔" عائشہ نے نوٹ اس کے سامنے لہرایا۔ "میں مجھی مانگنے والا ہے۔"

"واٹ۔" سامنے کھڑے شخص کو جھٹکا لگا تھا۔

"میں تمہیں بھکاری لگتا ہوں۔" اس کے انداز پر عائشہ کو بڑے زور کی ہنسی آئی تھی جسے اس نے سر جھکا کر ضبط کیا تھا اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم اگر مجھے پسند نہ آئی ہوتیں تو اس بدتمیزی پر تمہیں مزہ چکھا دیتا۔"

"آپ ہوش میں تو ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں؟" اس کی جرات پر اسے غصہ آگیا اور وہ گیٹ بند کرنے لگی تو وہ جلدی سے بولا۔

"مجھے سلطان انکل سے ملنا ہے۔"

"وہ گھر پر نہیں ہیں۔"

"جانتا ہوں۔" اس نے کہنے کے ساتھ جھک کر بیگ اٹھایا اور گیٹ کے اندر داخل ہو گیا۔ حیرت کی شدت سے اس کا منہ کھل گیا۔ اگلے ہی پل وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی جو لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کی طرف جا رہا تھا۔

"ایکسکیوز می رکیے پلیز۔ آپ کیسے منہ اٹھا کر اندر جا رہے ہیں 'تمیز' نام کی کسی چیز کو جانتے ہیں آپ۔" اس پر وہ نہ صرف رک گیا بلکہ مڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"منہ کے ساتھ ہی گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ کیا منہ گیٹ پر رکھ کر اندر آتی ہیں۔"

"بدتمیز!" اس نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"آپ ہیں کون؟ میں آپ کو نہیں جانتی۔"

"تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میں تو تمہیں جانتا ہوں۔"

اس کے انداز پر عائشہ ایک بار پھر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

"تم عائشہ ہو 'انکل سلطان کی بیٹی۔" اس کا منہ کھل گیا تھا۔ اس نے اپنی یادداشت کا پورا استعمال کیا تھا لیکن وہ اپنی ساری زندگی میں اس شخص سے نہیں ملی تھی۔

"منہ بند کرو۔ مکھی چلی جائے گی اور جاؤ اب جلدی سے کوئی شربت 'کولڈ ڈرنک لے کر آؤ۔ اتنی گرمی میں آرہا ہوں اور تم نے باتوں میں لگا لیا ہے۔" کہہ کر وہ اندر بڑھ گیا تھا۔

"اوہ میرے خدا۔" وہ چکرا کر رہ گئی۔ اسے لاؤنج کا دروازہ کھولتے دیکھ کر وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی سب سے پہلے اس نے سلطان صاحب کا نمبر ملایا تھا۔

"ہیلو پاپا!" ان کی ہیلو سنتے ہی وہ تیزی سے بولی۔
"پاپا! پتا نہیں گھر میں کوئی بدتمیز آدمی گھس آیا ہے؟"
"کون؟" دوسری طرف سلطان صاحب گھبرا گئے تھے۔
"پتا نہیں پاپا! پر وہ آپ کو بھی جانتا ہے اور مجھے بھی۔"
"نام کیا ہے اس کا؟"
"وہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔" وہ ایک دم گھبرا کر بولی۔
"عائشہ بیٹا! آپ نے نام پوچھے بغیر اسے اندر بلا لیا؟" وہ کچھ برہمی سے بولے۔
"پاپا! میں نے نہیں بلایا۔ وہ زبردستی اندر آ گیا اور اب کولڈ ڈرنک مانگ رہا ہے۔"
اس نے کن انکھیوں سے پیچھے دیکھا تو وہ وہاں دروازے سے ٹیک لگائے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر وہ آگے بڑھا اور موبائل اس کے ہاتھ سے لے لیا۔
"اسلام علیکم انکل! احمد بات کر رہا ہوں۔"
"ٹھیک انکل اور خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔" کہہ کر وہ ہنس پڑا تھا۔
"انکل! نام پوچھنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ محترمہ مجھے بھکاری سمجھ کر دس روپے تھما رہی تھیں۔"
حیرت سے اس کا چہرہ دیکھتی عائشہ کو غصہ آ گیا تھا۔
"نہیں انکل! حلیہ تو میرا ٹھیک تھا۔ لگتا ہے آپ کے محلے کے مانگنے والے ابھی کافی ہینڈسم ہیں۔ اوکے انکل! میں آپ کا ویٹ کر رہا ہوں۔ لو بات کرو۔" اس نے فون اسے تھما دیا تھا۔
"جی پاپا!" وہ فون لے کر دوسری طرف چلی گئی تھی۔
"بیٹا! یہ احمد ہے میں نے اسے بلایا ہے تم اس کی خاطر مدارت کرو۔ میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں اور ڈرنے والی بات نہیں۔ بھروسے کا بچہ ہے۔" اس نے فون بند کر کے اس کی طرف دیکھا جو جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔
"آپ ٹھنڈا پئیں گے یا گرم۔"
"اگر لیمن اسکواش ہے تو وہ نہیں تو کچھ بھی ٹھنڈا۔ اپنے مزاج کی طرح گرم نہ لانا۔" عائشہ نے کچھ بھی کہنے کے بجائے صرف گھوری پر اکتفا کیا تھا وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے کچن میں آیا تھا۔
"تم گھر پر اکیلی ہوتی ہو؟" عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسکوائش کی بوتل نکال کر گلاس میں ڈالنے لگی۔
"پڑھتی ہو۔" وہ اب بھی خاموش تھی۔
"مجھے پتا ہے تم گونگی نہیں ہو۔" عائشہ نے شربت والا گلاس اس کی طرف بڑھایا۔
"تم نہیں پیو گی؟"
"یہ آپ نے کیا تم لگائی ہوئی ہے۔"
"اس لیے کہ تم مجھ سے چھوٹی ہو ویسے تمہاری عمر کیا ہے۔"
"اف۔" وہ پاؤں پٹختی ہوئی کچن سے باہر نکل گئی جبکہ اس نے مسکراتے ہوئے گلاس ہونٹوں سے لگا لیا۔ وہ ٹی وی لگا کر بیٹھ گئی تو وہ اس کے دائیں صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ خود پر جمی اس کی نظروں سے اسے اچھی خاصی کوفت ہو رہی تھی، لیکن وہ اسے چھوڑ کر کمرے میں بھی نہیں جا سکتی تھی۔ پاپا نے تو کہہ دیا کہ بھروسے والا بچہ ہے لیکن کیا پتا۔
"اگر تم کچھ کام کرنا چاہتی ہو تو کر سکتی ہو میں تمہاری کمپنی کے بغیر بور نہیں ہوں گا۔" اس کے مسلسل چپ رہنے پر وہ چوٹ کرتا ہوا بولا تھا۔
"اور بے فکر رہو۔ میں کچھ چرا کر بھی نہیں بھاگوں گا۔ سیکیورٹی کے طور پر تم میرا والٹ اور موبائل رکھ سکتی ہو۔"
"توبہ۔ یہ شخص تو دل کی باتیں جان لیتا ہے۔" اس نے گھبرا کر منہ دوسری طرف موڑ لیا۔
"میرا نام احمد ہے۔" کچھ دیر بعد وہ دوبارہ بولا۔
"آپ تھوڑی دیر کے لیے چپ نہیں رہ سکتے؟" تنگ آ کر وہ بول پڑی تھی۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا سلطان صاحب کی گاڑی کا مخصوص ہارن بجا تھا وہ شکر ادا کرتی ہوئی تیزی سے باہر نکلی تھی۔ اس کے بعد وہ جو کمرے میں گھسی رات تک باہر نہیں نکلی۔

☆ ☆ ☆

صبح جب وہ ناشتے کے لیے ڈائننگ روم میں آئی تو وہ پہلے سے سلطان صاحب کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہ برا سا منہ بنا کر سلطان صاحب کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"بیٹا! اسلام نہیں کیا آپ نے؟"

"اسلام علیکم!" وہ لٹھ مار انداز میں بولی۔

"وعلیکم السلام۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بریڈ پر جام لگا کر کھانے لگی۔

"پاپا! مجھے کالج سے دیر ہو رہی ہے۔"

"ہاں بھئی میں بھول ہی گیا۔ احمد! تم عائشہ کو کالج چھوڑ دو اور عائشہ! احمد اب ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔ سکینہ۔" ساتھ ہی انہوں نے سکینہ کو آواز دی۔

"سکینہ بیٹا! گیسٹ روم اچھی طرح صاف کر دو احمد اب یہاں رہے گا۔"

"جی۔" وہ مسکرا کر سر ہلاتی واپس مڑ گئی۔

"لیکن کیوں پاپا؟" وہ جو حیرت سے سن رہی تھی بے ساختہ بول پڑی۔ سلطان صاحب نے تادیبی نظروں سے اسے دیکھا۔

"سیکیورٹی ریزن کی وجہ سے۔ میں تمہارے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتا اب تم جہاں بھی جاؤ گی احمد تمہارے ساتھ جائے گا" سلطان صاحب کی گفتگو کے دوران احمد جوس پیتے ہوئے بڑے غور سے عائشہ کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اس لیے خاموشی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔ اور وہ جیسے اس کے جانے کا ہی انتظار کر رہی تھی۔ اس کے جاتے ہی وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"پاپا آپ کیسے ایک اجنبی آدمی پر اتنا بھروسا کر سکتے ہیں کہ مجھے ہر جگہ اس کے ساتھ بھیج رہے ہیں۔"

"وہ اجنبی نہیں۔"

"آپ کے لیے نہیں ہو گا۔ میرے لیے تو ہے اور مجھے بالکل پسند نہیں یہ شخص۔"

"ایک ہی دن میں وہ تمہیں اتنا برا لگنے لگ گیا۔" انہوں نے مسکرا کر اپنی بیٹی کا ناراض چہرہ دیکھا۔

"کسی کے برا لگنے کے لیے ایک پل ہی کافی ہوتا ہے۔ اور میں اسے ایک دن برداشت نہیں کر سکتی اور آپ نے اسے چوبیس گھنٹوں کے لیے میرے سر پر سوار کر دیا ہے۔" اب کے انہوں نے رک کر سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بعض دفعہ زندگی ایسا رخ اختیار کرتی ہے کہ آپ کو مرضی کے خلاف ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ ساری زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ خود کو حالات اور لوگوں کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے کی عادت ڈالو۔"

"پاپا۔" وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔ "آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" اس کو پریشان دیکھ کر انہوں نے سر جھٹکا تھا۔

"کچھ نہیں کہنا چاہتا' صرف ایک حقیقت بتا رہا ہوں۔ احمد اپنا بچہ ہے اور تمہیں کیا لگتا ہے۔ تمہارے معاملے میں میں یوں لاپروائی کا مظاہرہ کروں گا چلو شاباش دیر ہو رہی ہے۔" انہوں نے اسے بازو کے حلقے میں لیتے ہوئے کہا اور وہ اسی طرح الجھی ہوئی ان کے ساتھ چلنے لگی۔

"احمد! پہلے عائشہ کو کالج چھوڑ دیتے ہیں پھر لائر کے پاس چلتے ہیں۔ میں نے کل رات بات کی تھی ان سے پھر آفس چلیں گے؟ اسٹاف کو بھی تم سے ملواتا ہے۔"

"جی انکل۔" وہ کار ڈرائیو کرتے ہوئے تابعداری سے بولا اور کن انکھیوں سے مرر میں پیچھے بیٹھی عائشہ کو دیکھا جو صدمے سے بس بے ہوش ہونے والی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

کالج داخل ہوتے ہی اس نے سب سے پہلے سدرہ کو تلاش کیا تھا جو اسے دیکھ کر بے تحاشا خوش ہو گئی

تھی۔
"مجھے لگا، تم آج بھی نہیں آؤ گی۔" اس کی اتنی گرم جوشی پر وہ صرف مسکرا ہی سکی تھی۔
"کیا بات ہے، ابھی بھی پریشان لگ رہی ہو۔ انکل تو ٹھیک ہیں نا۔"
"ہاں وہ ٹھیک ہیں۔"
"پھر کیا ہوا ہے ایسے لگتا ہے، کسی سے مار کھا کر آئی ہو۔" سدرہ نے حسب عادت بات کے اختتام پر قہقہہ لگایا تھا۔
"بکواس بند کرو۔" اسے غصے میں دیکھ کر سدرہ نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کی تھی۔
"پتا نہیں، پاپا کو کیا ہو گیا ہے۔ کسی کو گھر میں بلا لیا ہے۔"
"کیا مطلب۔"
"پتا نہیں کون ہے، پر جو بھی ہے انتہا بدتمیز ہے کل سے میرے گھر میں ہی مجھ پر کرفیو لگا دیا ہے۔ اتنا بولتا ہے کہ بس، اور تو اور میں جو سوچ ہی رہی ہوتی ہوں وہ میرے چہرے سے اندازہ لگا لیتا ہے۔"
"نجومی تو نہیں یار! مجھے بھی اس سے ملوانا۔ میں بھی ذرا مستقبل کا حال جانوں۔"
"میں سیریس ہوں اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے۔" عائشہ نے ناراضی سے اسے دیکھا تو سدرہ کو سنجیدہ ہونا پڑا۔
"پر انکل نے اسے رکھا کیوں ہے؟"
"کہتے ہیں فار سیکورٹی ریزن۔ میں جہاں بھی جاؤں گی، وہ میرے ساتھ جائے گا۔ ابھی بھی وہی چھوڑ کر گیا ہے۔"
"تو یار! اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے اگر انکل نے اسے گھر میں رکھا ہے تو سوچ سمجھ کر ہی رکھا ہو گا۔"
"وہ تو ٹھیک ہے سدرہ! لیکن اتنا یقین، پتا ہے گاڑی میں کیا بات کر رہے تھے کہ اپنے لائر سے اسے ملوائیں گے اور آفس کے اسٹاف سے۔ مطلب سمجھتی ہو اس کا۔"
"ہوں۔" سدرہ کے پرسوچ انداز میں "ہوں" کہنے پر وہ چڑ کر بولی۔
"کیا ہوں؟ کیا سمجھی ہو۔"
"یہی کہ تم کہہ رہی تھیں نا کہ وہ چہرے پڑھ لیتا ہے دل کی بات جان لیتا ہے۔ لگتا ہے اس نے انکل پر کافی ریسرچ کی ہے۔ ہو سکتا ہے اسے کالا جادو ٹائپ کوئی چیز آتی ہو اور اس نے انکل پر کوئی عمل کیا ہو اسی لیے تو انکل نے نہ صرف اسے گھر میں رکھ لیا بلکہ اسے اپنے بینک بیلنس سے بھی آگاہ کر رہے ہیں۔" سدرہ کی بات سن کر وہ پریشان ہو گئی تھی۔
"اب میں کیا کروں سدرہ۔" وہ پریشانی سے سدرہ کا چہرہ دیکھنے لگی۔
"ایک بات اور ہو سکتی ہے یہ بتاؤ۔ اس کی شکل کیسی ہے؟"
"یہ کیسا سوال ہے؟" عائشہ نے ناگواری سے پوچھا۔
"اپنی چڑ سے بالاتر ہو کر بتاؤ۔"
"ہوں اچھی ہے۔"
"ایجوکیٹڈ ہے؟"
"پتا نہیں۔" عائشہ بے زاری سے بولی۔ "پر لگتا تو ہے۔"
"تو کہیں ایسا تو نہیں۔ انکل اسے گھر داماد بنانے کی سوچ رہے ہوں۔" پہلے تو وہ کتنی دیر سدرہ کا منہ دیکھتی رہی، لیکن جب سدرہ کے منہ سے ہنسی کا فوارہ چھوٹا تو اس نے پاس رکھی کتاب سے اس کی پٹائی شروع کر دی۔
"مجھے ایسا گھٹیا مذاق بالکل پسند نہیں۔" وہ گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی پیچھے ہٹ گئی تھی۔
"یہ حقیقت بھی ہو سکتی ہے۔" اس کی بات پر کچھ لمحوں کے لیے عائشہ خاموش ہو گئی تھی۔
"اگر پاپا نے ایسا سوچا بھی ہے تو میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ اتنا برا امپریشن دوں گی اس نام کروز کو کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے گا۔"
"ہاں بھئی۔ تمہاری بدتمیز طبیعت سے میں یہ امید

رہی تھی ہوں۔" سدرہ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ
ہلائے تھے اور سامنے نظر پڑتے ہی اس کے منہ کے
زاویے بگڑ گئے تھے۔
"اس کو بھی ابھی ٹپکنا تھا۔" سدرہ نے کہنے کے
ساتھ سامنے پڑی کتاب اٹھالی جبکہ اتنی بیزاری پر عائشہ
نے پلٹ کر دیکھا جہاں سے حذیفہ آرہا تھا۔ عائشہ نے
خشمگیں نظروں سے سدرہ کو دیکھا جو منہ پر نولفٹ کا
بورڈ سجا کر بیٹھ گئی تھی۔
"گڈ مارننگ!" وہ ان کے قریب ہی گھاس پر آلتی
پالتی مار کر بیٹھ گیا تھا۔
"شکر ہے تمہاری شکل تو نظر آئی اگر آج تم نہ
آتیں تو میں نے تمہارے گھر آجانا تھا۔" حذیفہ کی
بات پر وہ مسکرادی تھی جبکہ سدرہ کی سنجیدگی دیکھنے
والی تھی۔
"انکل کی طبیعت اب کیسی ہے۔"
"ہاں وہ ٹھیک ہے۔ تم بتاؤ تمہارے فادر اب کیسے
ہیں؟"
"ہاں وہ بھی ٹھیک ہیں اور اب گھر آگئے ہیں۔"
"تو میں آؤں کسی دن ان سے ملنے"
"نہیں۔ اس لوکے" وہ ایک دم گھبرا کر تیزی
سے بولا۔ عائشہ کے ساتھ ساتھ سدرہ نے بھی چونک
کر اسے دیکھا۔
"کیوں تم مجھے ان سے ملوانا نہیں چاہتے۔" عائشہ
نے سنجیدگی سے حذیفہ کا چہرہ دیکھا۔
"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔"
"ایسی بات نہیں تو پھر کیسی بات ہے۔" عائشہ کے
بجائے سدرہ نے سوال کیا تھا۔
"وہ دراصل میرے پیرنٹس کافی پرانے خیالات
کے ہیں اگر — میں انہیں یہ بتاؤں گا کہ ایک لڑکی
میری دوست ہے تو انہیں اچھا نہیں لگے گا۔"
"اچھا۔" سدرہ نے ابرو اچکا کر طنزیہ انداز میں اسے
دیکھا۔
"جب تم نے عائشہ سے دوستی کی تھی تب یہ خیال
تمہیں کیوں نہیں آیا اور خاص طور پر تب جب تم اس
سے قیمتی قیمتی گفٹس لیتے تھے۔" سدرہ کے طنزیہ
انداز پر حذیفہ کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا تھا۔
"تم میری انسلٹ کر رہی ہو سدرہ۔"
"ہونہہ انسلٹ اس کی ہوتی ہے جس کی کوئی
عزت ہو۔"
"اُف سدرہ!" حذیفہ زور سے بولا۔
"دیکھو عائشہ! تمہاری دوست مجھ پر طنز کر رہی
ہے۔" اس نے خاموش بیٹھی عائشہ سے شکایت کی،
جس نے اس کی فیور میں ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔
"تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو حذیفہ۔" اس
کی سنجیدگی پر ایک پل کے لیے وہ خاموش رہ گیا۔
"میں سمجھا نہیں۔"
"میں کیا ہوں تمہاری صرف ایک دوست؟"
"تم جانتی ہو عائشہ! میں تمہیں کتنا پسند کرتا
ہوں۔"
"آج تم مجھے ایک دوست کے طور پر اپنے پیرنٹس
سے متعارف نہیں کروا سکتے تو کل انہیں اپنی پسندیدگی
کے بارے میں کیسے بتاؤ گے؟"
"عائشہ! تم غلط سمجھ رہی ہو میں نہیں چاہتا
میرے پیرنٹس تمہیں لے کر کچھ غلط سوچیں۔ میں
مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔"
"لیکن میرے پاس وقت نہیں حذیفہ! میرے پاپا
میری جلد از جلد شادی کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے
کسی کو منتخب بھی کر لیا ہے۔" عائشہ کہتے ساتھ غور
سے حذیفہ کے تاثرات بھی دیکھ رہی تھی جو ہونٹ
چباتا ہوا کافی کنفیوز لگ رہا تھا۔
"تو کیا تم اس سے شادی کر لوگی؟"
"ہو سکتا ہے۔" وہ بے نیازی سے بولی۔
"تم ایسا نہیں کر سکتیں عائشہ! پلیز کہہ دو یہ مذاق
ہے۔" وہ ایک دم اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔
"پلیز حذیفہ۔" عائشہ نے ناگواری سے اپنا ہاتھ
کھینچا تھا۔
"پلیز عائشہ! تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ میں تمہیں
کھونا نہیں چاہتا۔"

"میں تمہیں بتادوں گی کب پاپا سے بات کرنی ہے۔"

"چلو عائشہ! دیر ہو رہی ہے۔" سدرہ نے اس کا ہاتھ کھینچا تھا۔

"عائشہ! میں امی کو لے کر کب آؤں۔"

"کہا تو ہے حذیفہ میں پہلے پاپا سے بات کرلوں پھر تمہیں بتاتی ہوں۔" وہ کہہ کر سدرہ کے ساتھ چل پڑی۔ اس نے کچھ قدم چل کر پیچھے دیکھا حذیفہ وہیں کھڑا پرسوچ انداز میں گھاس کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں خود سے حذیفہ سے شادی کی بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔" سدرہ نے افسوس سے سر جھٹکا۔

"تو کیا کرتی۔ پاپا نے پتا نہیں کیا سوچ رکھا ہے جبکہ میں حذیفہ کے لیے سیریس ہوں۔"

"جبکہ وہ نان سیریس ہے، پتا نہیں تمہیں کب نظر آئے گا۔" عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اسے خاموش دیکھ کر سدرہ نے پوچھا تھا۔

"انکل سے کیا کہو گی۔"

"سمجھ نہیں آرہا' پاپا سے کیسے بات کروں۔" وہ دونوں گیٹ کے آگے آکر رک گئی تھیں۔

"سدرہ میرے لیے ایک فیور کرو گی۔"

"ہاں بولو۔"

"آج میرے ساتھ گھر چلو۔" سدرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یار! تم نے اس باڈی گارڈ کو کچھ زیادہ ہی سر پر سوار کرلیا ہے۔ تم اس کی وجہ سے کہہ رہی ہو نا۔" عائشہ کچھ نہیں بولی تو سدرہ نے ہنسنا شروع کردیا "قسم سے مجھے اس بندے کو دیکھنے کی بہت خواہش ہو رہی ہے جس نے تمہیں ڈرا دیا ہے۔"

"شٹ اپ! میں کسی سے نہیں ڈرتی۔" سدرہ کے مذاق اڑانے پر وہ چڑ کر بولی۔ وہ دونوں گیٹ سے باہر نکلیں تو تھوڑی نظر دوڑانے پر وہ انہیں گاڑی کے ساتھ ٹیک لگائے نظر آگیا تھا۔

"یہ تمہارا باڈی گارڈ ہے۔" سدرہ نے حیرت سے اس لمبے چوڑے شخص کو دیکھ کر کہا۔

"یار! بڑا اچھا ہے۔" سدرہ تقریباً اس کے کان میں گھستے ہوئے بولی۔

"بکومت اور اس کے سامنے تم نے کوئی بکواس کی تو میرے ہاتھوں آج تمہارا قتل ہو جائے گا۔"

"اچھا۔" سدرہ نے بڑی تابعداری سے سر ہلایا تھا۔ گاڑی کے قریب جاکر سدرہ نے باقاعدہ ادب کے ساتھ سلام کیا تھا جس کا جواب بڑی خوش اخلاقی سے دیا گیا تھا۔

"میں سدرہ ہوں' عائشہ کی فرینڈ۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"ہیں وہ کیسے؟" سدرہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"انکل نے بتایا تھا آپ کے بارے میں۔"

"اچھا۔" سدرہ نے عائشہ کو دیکھا اور عائشہ نے نظروں سے کہا تھا "دیکھا میں نہیں کہہ رہی تھی۔" وہ پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

"آگے آکے بیٹھو۔ میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں۔" سدرہ بھی بیٹھ گئی تھی وہ ان دونوں کے گھورنے کی پروا نہ کرتے ہوئے بیٹھ گیا تھا۔

"میرا خیال ہے ہم بیٹھ چکے ہیں۔" اسے یونہی بیٹھا دیکھ کر عائشہ نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔

"اور میرا بھی خیال ہے میں بتا چکا ہوں کہ میں تمہارا ڈرائیور نہیں۔ آگے بیٹھو ورنہ گاڑی اسٹارٹ نہیں ہوگی۔" عائشہ کا غصے کے مارے برا حال تھا اور سدرہ کا حیرت کے مارے۔ پانچ منٹ تک دونوں ٹس سے مس نہیں ہوئے تو سدرہ کو بولنا پڑا۔

"اگر آپ کی اجازت ہو تو میں فرنٹ سیٹ پر آجاؤں۔"

"سدرہ! میں ضرور آپ کو ہی بٹھاتا اور یہی اچھا ہوتا لیکن اب تو اسے ہی آنا ہو گا۔" اس کے لیے اتنا احترام عائشہ نے حیرت سے اس کی پشت کو گھورا۔

"عائشہ پلیز۔ چلی جاؤ نا۔ دیر ہو رہی ہے۔" عائشہ نے غصے سے سدرہ کو گھورا جس نے ہاتھ جوڑ کر منت کی تھی' وہ جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکلی اور آگے بیٹھتے ہی جھٹکے سے دروازہ بند کیا تھا۔

"مگر آپ کے والد محترم کی ہے۔" اس نے جیسے یہ جتایا تھا۔

"چلو ذرا لگائی ہوں پاپا کو شکایت۔ اسی وقت گھر نکال دیں گے۔" اس نے خود کلامی کی تھی۔ لیکن ہونٹ بھائی کے کان کافی تیز تھے۔

"یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لو" عائشہ کو جانے کیوں رونا سا آ گیا تھا۔

"ویسے احمد بھائی! بھائی کہہ سکتی ہوں نا۔" سدرہ بول پڑی تھی۔

"ضرور۔" وہ خوش دلی سے بولا۔

"آپ کی بڑی تعریف سنی تھی عائشہ سے۔"

"اچھا۔ حیرت ہے۔" اس نے حیران ہونے کی ایکٹنگ کی تھی۔

"میرا نہیں خیال وہ تعریف ہو گی؟"

"نہیں خیر۔ ایسا بھی نہیں جیسا اس نے بتایا تھا' آپ بالکل ویسے ہیں۔"

"گنوار!" عائشہ زیر لب بڑبڑائی۔

"بلیس آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں جو اس نے میرے بارے میں کہا۔ وہ تعریف ہی تھی۔" گھر پہنچنے پر وہ تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر نکلی تھی۔ جبکہ سدرہ ڈرائیونگ سیٹ کی طرف آ گئی تھی۔

"تھینک یو ویری مچ احمد بھائی۔"

"مائی پلیژر اور ایک بات۔ تھوڑی سی تمیز اپنی دوست کو بھی سکھا دیں" احمد کے کہنے پر سدرہ نے عائشہ کی طرف دیکھا جو سرخ چہرہ لیے گیٹ کھلنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"اچھا۔" وہ مسکرائی تھی "ویسے آپ سے ملاقات کافی دلچسپ رہی۔"

"آگے بھی یہ ملاقات ہوتی رہے گی۔"

"بھلا وہ کیسے؟" سدرہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"سدرہ! ابھی چلو کہ وہیں مرنا ہے۔" گیٹ کھلتے ہی عائشہ نے مڑ کر دیکھا اور سدرہ کو دانت نکال کر ہنسی کرتے دیکھ کر اس کا پارہ چڑھ گیا تھا۔

"وہ پھر کبھی بتاؤں گا فی الحال آپ جائیں ورنہ آپ کی دوست جل جل کر اپنا خوب صورت رنگ بھورا کر لے گی۔" سدرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"اور اسے بتا دینا انکل کے پاس آفس جا رہا ہوں۔ شام کو انکل کے ساتھ آؤں گا۔" کہہ کر وہ ان سے گاڑی بھگا لے گیا تھا۔

"بڑے دانت نکل رہے تھے تمہارے۔" اس کے قریب آتے ہی عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"صحیح کہہ رہے تھے احمد بھائی۔"

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"کہہ رہے تھے 'عائشہ سے کہو غصہ مت کیا کرے ورنہ گورا رنگ کالا پڑ جائے گا۔"

"ذلیل انسان" وہ مٹھیوں کو بھینچ کر بولی۔

"اب چلو اندر۔" سدرہ کہنے کے ساتھ اندر چلی گئی تھی۔

"احمد بھائی نہیں آئے۔" اندر داخل ہوتے ہی سکینہ کے سوال پر جہاں عائشہ کو آگ لگ گئی تھی وہیں سدرہ کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"دفع ہو گئے ہیں تمہارے احمد بھائی۔" کہنے کے ساتھ وہ تن فن کرتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"یہ باجی کو کیا ہوا ہے؟" سکینہ نے حیرت سے اس کا غصہ دیکھا تھا۔

"کچھ نہیں بے چاری کو گرمی زیادہ لگ رہی ہے۔ تم بس کھانا لگاؤ بلکہ ایسا کرو کمرے میں لے آؤ۔"

"لیکن باجی! احمد بھائی کن کے لیے سینڈوچ بنائے تھے۔"

"انہیں فریز کر دو۔ وہ آفس گئے ہیں انکل کے ساتھ آئیں گے۔" وہ سر ہلا کر مڑ گئی اور سدرہ کمرے کی طرف آ گئی۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوئی عائشہ گہرے سانس لیتے ہوئے اپنا غصہ کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ریلیکس یار!" سدرہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور پھر خود اس کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم نے دیکھا کیسے بات کرتا ہے وہ مجھ سے"

"تو یار! تم بھی کون سا اس کا لحاظ کرتی ہو۔"
"تو میں کیوں کروں اس کا لحاظ۔" عائشہ نے غصے سے اسے دیکھا۔
"چھوڑو یار! تم کیوں اپنا موڈ خراب کرتی ہو۔"
"موڈ خراب نہ کروں تو کیا کروں؟ پتا نہیں اس نے سب پر کیا جادو کر دیا ہے، پاپا تو پاپا سکینہ بھی بھائی بھائی کرنے لگی ہے اور تم بھی تم بھی تو کیسے فری ہو رہی تھیں۔" یاد آنے پر وہ ایک دم اس کی طرف مڑی تھی۔
"عائشہ! مجھے وہ ایک اچھا انسان لگا ہے۔ ہمدرد سچا اور انکل نے جو اسے گھر میں رکھا ہے تو ضرور وہ قابل بھروسا ہے۔ مجھے تو وہ اچھا لگا ہے۔"
"تم تو کبھی کبھی مجھے میری دوست کم دشمن زیادہ لگتی ہو۔ ہر وہ شخص جو مجھے اچھا لگتا ہے، تمہیں برا لگتا ہے۔"

"وہ اس لیے مائی ڈیر کہ مجھے انسان کی پہچان ہے۔"
اس سے پہلے عائشہ مزید کوئی بات کرتی، سکینہ ٹرالی لے کر اندر داخل ہوئی تھی اور عائشہ نے سر جھٹک کر خود کو اس کے بارے میں بات کرنے سے روکا تھا۔

☆ ☆ ☆

سدرہ کے جانے کے بعد اس نے شاور لیا اور پڑھنے بیٹھ گئی، لیکن پڑھنے میں دل نہ لگا تو اس نے کتاب پٹخی اور تکیہ سر پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔ دوبارہ جب اس کی آنکھ کھلی تو سارا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے مندی مندی آنکھوں سے موبائل اسکرین کو دیکھا جہاں رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔ اتنی دیر ہوگئی اور کسی نے مجھے جگایا بھی نہیں۔ وہ دوپٹہ ٹھیک کرتی بال سمیٹتی باہر نکل آئی، سکینہ ڈائننگ ٹیبل صاف کر رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا۔ کھانا کھایا جا چکا ہے۔ اس کا غصہ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا تھا۔
"پاپا کہاں ہیں۔" اس نے سکینہ سے پوچھا تھا۔
"اپنے کمرے میں ہیں۔" ہلکا سا بجا کر دروازہ کھولا اور اندر آ گئی۔ وہ صوفے پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے شطرنج کی بساط بچھی تھی۔ اس نے اردگرد نظریں گھمائیں وہ کہیں نہیں تھا۔
"اٹھ گئیں بیٹا؟" وہ ناراضی سے انہیں دیکھتی ہوئی سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔
"پاپا! میں اگر آپ کو نظر نہیں آئی تو آپ نے مجھے جگایا نہیں اور اکیلے ہی کھانا کھا لیا؟" انہوں نے کچھ حیرت سے اس کا غصیلا چہرہ دیکھا۔
"تم نے ہی سکینہ کو کہا تھا کہ تمہیں نہ جگائیں۔"
"یہ آپ کو سکینہ نے کہا۔"
"نہیں۔ احمد نے کہا ہے۔"
"اف احمد، احمد، پاپا! دو دن ہوئے ہیں اس شخص کو آئے اور اس نے میری زندگی اجیرن کر دی ہے۔ آپ جانتے ہیں کس قدر بدتمیز ہے۔ کیسے بات کرتا ہے میرے ساتھ۔ مجھ پر ایسے حکم چلاتا ہے جیسے۔" آگے اسے کوئی مثال سمجھ میں نہیں آئی۔
"میں اب اسے ایک منٹ بھی یہاں برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ نکالیں اسے۔" وہ خاموشی سے اسے سنتے رہے۔
"پہلی بات تو یہ کہ احمد ایسا نہیں کر سکتا۔ دوسرا اس نے مجھے بتایا کہ تم اس سے بدتمیزی کرتی ہو تم نے اسے ڈرائیور کہا۔ عائشہ! میں نے تمہاری تربیت ایسے کی ہے کہ تم بڑوں سے بدتمیزی کرو یا ان کی انسلٹ کرو۔"
"پاپا۔" اب کے وہ رونے والی ہو گئی تھی۔
"جھوٹ بولتا ہے وہ جھوٹا انسان۔"
"یہ تم کیسے بات کر رہی ہو۔ اس سے بھی ایسے ہی بات کرتی ہو گی۔" اپنی بے بسی پر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔
"آخر یہ شخص ہے کون۔ جس کے لیے آپ کو پہلی بار اپنی بیٹی بدتمیز لگ رہی ہے۔"
"احمد میرا۔"
"انکل۔" اس کی بھاری آواز پر عائشہ نے بے

گردن گھما کر پیچھے دیکھا وہ واش روم کے دروازے میں کھڑا تھا۔

"آپ کو میرے بارے میں کچھ بھی بتانے یا وضاحت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ کہتا ہوا سلطان صاحب کے ساتھ صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

"یہ مجھے جو سمجھتی ہے۔ سمجھنے دیں بلکہ میں دیکھنا چاہتا ہوں، یہ مجھے کیا سمجھتی ہے۔"

"تم اس قابل ہی نہیں کہ میں تمہیں کچھ سمجھوں۔ تم ایک بدتمیز انسان ہو میرے پاپا کے ملازم ہو ملازم بن کر رہو۔"

"عائشہ۔" سلطان صاحب اتنے غصے سے بولے کہ وہ ٹھٹک کر رہ گئی۔ اس نے پہلی بار ان کو اتنے غصے میں دیکھا تھا۔

"ریلیکس انکل۔" احمد نے ان کا ہاتھ تھپکا تھا جبکہ احمد اسے پہلے سے زیادہ برا لگا تھا جس کی وجہ سے اس کے باپ نے اس پر غصہ کیا تھا۔ وہ کچھ دیر ڈبڈبائی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی اور پھر بھاگتی ہوئی ان کے کمرے سے نکلی تھی، عائشہ کے جانے کے بعد احمد نے دزدیدہ نظروں سے سلطان صاحب کو دیکھا جو سر جھکائے کافی پریشان نظر آ رہے تھے۔

"انکل! آئی ایم سوری۔ میری وجہ سے عائشہ کو پرابلم ہو رہی ہے۔"

"نہیں احمد! سوری تو مجھے تم سے کرنا چاہیے۔ میں عائشہ کے رویے کے لیے تم سے بہت شرمندہ ہوں۔"

"انکل پلیز! ایکسکیوز کر کے آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"احمد! تم یقین کرو عائشہ بہت اچھی ہے۔ بہت لونگ۔ پتا نہیں کیوں وہ ایسے بی ہیو کر رہی ہے۔ وہ تو کبھی کسی سے ایسے روڈلی بات نہیں کرتی۔"

"پلیز انکل! آپ مجھے کوئی وضاحت نہ دیں۔ میں سمجھتا ہوں۔"

"مگر تم مجھے بتانے دو احمد اسے تمہارے بارے

"نہیں انکل! آپ نے خود مجھے بتایا تھا اس کی ناپسندیدگی کے بارے میں۔ ابھی جب اسے میرے بارے میں پتا نہیں تو وہ ایسے کر رہی ہے اگر پتا چل گیا تو پھر معاملہ اور خراب ہو جائے گا۔ ہم کچھ عرصہ ساتھ رہیں گے تو اسے مجھے اور مجھے اسے سمجھنے میں آسانی ہو گی۔"

"تم عائشہ کو برا نہ سمجھنا۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر التجا بھرے انداز میں بولے۔

"نہیں انکل! میں اسے برا نہیں سمجھتا اس کا بچپنا ہے بس۔" سلطان صاحب خاموش ہو گئے تھے جیسے کسی گہری سوچ میں گم ہوں۔ دستک پر دونوں نے دروازے کی طرف دیکھا تھا جہاں سکینہ کھڑی تھی۔

"وہ تایا جی اور تائی جی آئے ہیں۔"

"اس وقت۔" سلطان صاحب کی نظریں بے ساختہ گھڑی کی طرف گئی تھیں۔ جہاں رات کے نو بج رہے تھے۔ وہ اٹھ کر باہر آ گئے جہاں ساجد صاحب اور زبیدہ بیگم ان کے منتظر تھے۔

"السلام علیکم بھائی صاحب! خیریت تھی۔"

"ہاں بھائی! خیریت ہے۔ کیا ہم اس وقت نہیں آ سکتے۔" ساجد صاحب کے مسکرانے پر انہوں نے سکون بھرا سانس لیا۔

"نہیں کیوں نہیں۔ آپ کا اپنا گھر ہے۔ سکینہ بیٹا ٹھنڈا کچھ لے آؤ۔

کھانا لگواؤں بھائی صاحب۔"

"نہیں کھانا ہم کھا کر آئے ہیں بس ایک ضروری بات کرنی تھی۔"

"جی۔" سلطان صاحب کچھ الرٹ ہو کر بیٹھ گئے۔

تب ہی احمد لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ ان دونوں کی نظریں پہلے احمد کی طرف اور پھر سوالیہ انداز میں سلطان صاحب کی طرف گئی تھیں۔

"آؤ احمد! یہ میرے بھائی ساجد اور یہ میری بھابھی زبیدہ ہیں۔" احمد ان کو سلام کرتا ہوا سلطان صاحب کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"اور یہ احمد ہے، میرے دوست کا بیٹا اسلام آباد

سے آیا ہے۔ کچھ دن پہلے مجھ سے ملنے آیا تھا جب مجھ پر حملہ ہوا تھا۔ میرے دوست کو پتا چلا تو اس نے احمد سے کہا یہیں میرے پاس رک جائے۔ تب سے یہ میرے ساتھ ہے۔ بہت اچھا بچہ ہے۔" آخر میں انہوں نے بڑے پیار سے احمد کا کندھا تھپتھپایا تھا جبکہ وہ سر جھکائے مسکرا رہا تھا۔ ساجد صاحب نے زبیدہ کی طرف دیکھا جنہوں نے جتاتی ہوئی نظروں سے ساجد صاحب کو دیکھا تھا۔

"انکل! مجھے کچھ کام ہے میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

"ہاں بیٹا ضرور جاؤ اور گاڑی کی چابی لے جاؤ۔ وہ سامنے ریک میں رکھی ہے۔"

"جی۔" وہ ان دونوں کو خدا حافظ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ جب تک سکینہ شربت سرو کرتی رہی۔ ان تینوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔

"ویسے بڑے افسوس کی بات ہے سلطان! تم ہمیں غیر سمجھتے ہو۔ آخر تم نے ثابت کر دیا تم ہمیں سوتیلا سمجھتے ہو" سلطان صاحب نے حیرت سے زبیدہ کو دیکھا۔

"کیوں بھابھی میں نے ایسا کیا کیا ہے۔"

"تمہاری ہی خاطر ہم نے کہا تھا سعد تمہارے پاس رہ جاتا ہے۔ ورنہ ہمارا بھی اکلوتا ہی بیٹا ہے پر تم نے منع کر دیا۔ ہم نے بھی سمجھ لیا چلو جوان بچی کا ساتھ ہے۔ اس لیے منع کر دیا ہوگا پر یہ بھی تو جوان لڑکا ہے۔ تمہارے دوست کا بیٹا نہ جان نہ پہچان تم نے اسے گھر میں رکھ لیا۔ سعد تو تمہارا بھتیجا ہے سوتیلا ہی سہی پر اپنا تو تھا۔ تم نے اس پر بھروسا نہ کیا اور اس انجان پر بھروسا کر لیا۔ تم آفس چلے جاتے ہو۔ یہ گھر ہوتا ہے اور عائشہ بھی۔" سلطان صاحب نے بہت تحمل سے ان کی ساری باتیں سنی تھیں لیکن آخری بات پر ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"مطلب کیا ہے بھابھی آپ کا؟"

"چپ رہو تم۔" ساجد صاحب نے زبیدہ کو روکا تھا۔

"اس کو چھوڑو سلطان! تم تو جانتے ہو عورتوں کی عقل کو۔ چھوٹی سی بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہیں۔ تم نے اس لڑکے کو ساتھ رکھا ہے تو سوچ سمجھ کر رکھا ہوگا اور پھر عائشہ ہماری اپنی بچی ہے۔ ہم اچھی طرح اسے جانتے ہیں ہم۔" انہوں نے سلطان صاحب کے غصے کو لفظوں سے ٹھنڈا کر دیا تھا۔

"اب کام کی بات کرتا ہوں۔ جس کے لیے ہم دونوں آئے ہیں۔ میں کتنی دفعہ آیا لیکن بات نہیں کر سکا۔ عائشہ ہمیں بہت پسند ہے۔ ہم اس کو اپنی بیٹی یعنی سعد کی بیوی بنانا چاہتے ہیں۔ پہلے سعد کی کوئی پراپر جاب نہیں تھی۔ اسی لیے بات نہیں کی۔ اب تو ماشاء اللہ اس کی بہت اچھی جاب ہے۔ مجھے تو پتا ہے تمہیں اعتراض نہیں ہوگا پر زبیدہ اور سعد کا کہنا ہے کہ تم سے اور خاص کر عائشہ سے پوچھ لیں۔" سلطان صاحب کتنی دیر تک بول ہی نہیں سکے۔ انہیں یہ تو اندازہ تھا کہ وہ لوگ عائشہ کے لیے یہ خواہش بھی رکھتے ہیں، لیکن وہ عائشہ کی ناپسندیدگی بھی جانتے تھے اور ان کی اپنی خواہش ان لوگوں کی خواہش سے مختلف تھی لیکن وہ بالکل صاف جواب نہیں دے سکتے تھے۔

"ٹھیک ہے بھائی صاحب! میں عائشہ سے پوچھ کر جواب دوں گا۔" کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ دونوں کھڑے ہو گئے تھے۔

"اچھا سلطان! چلتے ہیں اور تمہاری ہاں کے منتظر رہیں گے۔" ان کے کہنے پر سلطان صاحب بمشکل مسکرائے تھے۔ ان کے جانے کے بعد وہ عائشہ کے کمرے کی طرف بڑھے دروازہ لاک تھا۔ وہ کچھ دیر باہر کھڑے رہے اور پھر صبح بات کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے کمرے میں آگئے۔

صبح وہ احمد کے ساتھ ساجد صاحب کی رات والی بات ڈسکس کر رہے تھے جب عائشہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے سے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ان سے ناراض ہے۔ وہ کسی کو سلام یا مخاطب کیے بغیر ان سے فاصلے پر جا کر بیٹھ گئی اور کچھ بھی کھانے کے بجائے جوس کا گلاس تھام لیا۔

"عائشہ! کل تمہارے تایا اور تائی آئے تھے۔" انہوں نے خود ہی اسے مخاطب کر لیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔
"وہ سعد کے لیے تمہارا رشتہ لے کر۔" "آپ کے اس نے چونک کر انہیں دیکھا اور بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھے احمد کو بڑے زور کی ہنسی آئی تھی۔
"پھر آپ نے کیا کہا؟" اس کا چہرہ اس کی بے چینی کو عیاں کر رہا تھا۔
"میں نے کہا۔ میں عائشہ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔" اس کے تنے ہوئے اعصاب ایک دم پر سکون ہوئے تھے۔ اس نے گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔
"آپ جانتے ہیں، مجھے سعد بھائی بالکل پسند نہیں۔"
"جانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ صاف انکار کرنا اچھا نہیں لگتا۔ کوئی پراپر ریزن ہونا چاہیے تو اس لیے۔" انہوں نے اگلی بات کہنے کے لیے گلا کھنکھارا تھا۔ "میں چاہتا ہوں بلکہ میری خواہش ہے تمہاری شادی احمد سے ہو جائے۔"
اور ان کی بات اس کے لیے اتنی اچانک تھی کہ وہ کچھ کہہ ہی نہیں سکی۔ "تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ احمد کون ہے۔ احمد نوازش میرے دوست اور تمہاری مما کے کزن کا بیٹا ہے۔ جس سے تمہارا رشتہ ہم نے بچپن میں طے کر دیا تھا۔ میں یہ بات تمہیں احمد کی آمد سے پہلے بتانا چاہتا تھا لیکن احمد نے مجھے منع کر دیا لیکن جتنی بدتمیزی تم نے احمد کے ساتھ کر کے مجھے شرمندہ کیا ہے مجھے لگتا ہے کہ تمہیں بتا دوں احمد کے ساتھ تمہارا کیا رشتہ ہے شاید تم۔۔۔"
انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ وہ کتنی دیر انہیں ایسے دیکھتی رہی جیسے ان کی بات کا یقین نہ آیا ہو۔ سلطان صاحب غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہے تھے، وہ خاموش تھی اور یہی ان کے لیے غنیمت تھا کہ وہ مزید احمد کے سامنے بدتمیزی نہ کرے۔
"میں ابھی آفس جا رہا ہوں۔ شام میں اس بارے میں بات کرتے ہیں۔" "چلو احمد!"
ان کے جانے کے بعد وہ کتنی دیر یونہی بیٹھی رہی۔
"اتنا بڑا جھوٹ میرے پاپا نے میرے ساتھ بولا۔ وہ جانتے تھے احمد کون ہے لیکن مجھے نہیں بتایا کیونکہ احمد نے انہیں منع کر دیا تھا۔ اب ان کے لیے احمد مجھ سے زیادہ ہو گیا۔"
اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ کچھ دیر تک وہ ہونٹ چباتے ہوئے خود پر کنٹرول کرنے کی کوشش کرتی رہی لیکن جب آنسوؤں میں روانی آ گئی تو اس نے جھٹکے سے ڈائننگ ٹیبل پر رکھے گلاس کپ چمچوں کا اسٹینڈ سب گرا دیا تھا۔ آواز سن کر کچن میں کام کرتی سکینہ تیزی سے باہر نکلی اور اس کو یوں پاگلوں کی طرح چیزیں گراتے دیکھ کر الٹے قدم پیچھے ہٹی تھی۔

✲ ✲ ✲

جب وہ گھر میں داخل ہوا تو مکمل خاموشی تھی۔ وہ حیران ہوتا دزدیدہ نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا کچن کی طرف آ گیا۔ جہاں سکینہ ہنڈیا بنا رہی تھی۔
"السلام علیکم بھائی جان۔"
"وعلیکم السلام جیتی رہو اور یہ بتاؤ محترمہ طوفان صاحبہ کہاں ہیں اور اتنی خاموشی کیوں ہے۔" اس کے طوفان کہنے پر سکینہ کھی کھی کرنے لگی۔
"وہ جی۔ صبح تو انہوں نے ہنگامہ کیا تھا۔ میں تو ڈر کے مارے کچن سے نہیں نکلی اور تب سے کمرے میں ہیں۔ باہر ہی نہیں نکلیں۔"
"پتا کرنا تھا، ٹھیک تو ہے۔" احمد نے مذاق سے کہا تھا لیکن اندر سے وہ پریشان ہو گیا تھا۔
"جی ٹھیک ہیں۔ دو دفعہ ڈانٹ کھا چکی ہوں۔"
"پھر تو ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن ہو کر بولا۔
"اچھا چلو اب اچھی سی چائے بنا کر پلاؤ۔"
"احمد بھائی! باجی بہت اچھی ہیں۔ آپ ڈر کر انہیں چھوڑ نہ دینا۔" اس کی بات پر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
"نہیں چھوڑوں گا کیونکہ تمہاری باجی جیسی بھی ہیں مجھے پسند آ گئی ہیں۔" اس کی بات سن کر سکینہ

مسکرادی تھی۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں اپنا لیپ ٹاپ لے کر بیٹھ گیا۔ تب ہی سلطان صاحب اندر آئے تھے اور انہوں نے بھی آتے ہی سکینہ سے عائشہ کے بارے میں پوچھا تھا وہ صبح سے کمرے سے نہیں نکلی۔ سن کر وہ پریشان ہو گئے تھے۔ وہ کتنی دیر دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اسے پکارتے رہے' لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا حتیٰ کہ احمد کو اٹھ کر ان کے پاس جانا پڑا۔

"انکل! آپ آجائیں۔ وہ خود باہر آجائے گی۔" احمد انہیں بازوؤں کے حلقے میں لے کر آگے بڑھ گیا' جبکہ دروازے کے ساتھ لگی عائشہ کی آنکھوں میں پھر سے آنسو آگئے۔

رات کے بارہ بج رہے تھے اور بھوک سے اس کا برا حال تھا۔ اس نے چپکے سے دروازہ کھولا۔ لاؤنج میں ہلکی لائٹ آن تھی۔ وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی کچن میں آئی تھی' فریج کھولتے ہی اندھیرے کمرے میں روشنی کی لکیر سی پھیل گئی تھی۔ وہ سالن والا ڈونگا نکال کر مڑی ہی تھی کہ کچن ایک دم روشنی میں نہا گیا۔ ڈونگے پر ایک پل کے لیے اس کی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔ اس نے جلدی سے ڈونگا کاؤنٹر پر رکھا اور مڑ کر دیکھا' جہاں احمد دروازے میں کھڑا دل جلانے والی مسکراہٹ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ عائشہ کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

"تو آخر بھوک نے محترمہ کو بل سے باہر آنے پر مجبور کر دیا۔"

"یہ میرا گھر ہے۔ جو مرضی کروں' آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے ایسے بات کرنے والے۔" سارے دن کا غصہ اب وہ نکالنا چاہتی تھی۔

"جس دن سے ہمارے گھر آئے ہیں' جینا حرام کر دیا ہے میرا آپ نے' کیا اپنے گھر میں کوئی رکھتا نہیں آپ کو جو یوں ہمارے گھر آکے پڑے ہیں' مجھے تو لگتا ہے کوئی ڈگری بھی نہیں' جو ڈرائیور تک بننے کو تیار ہو گئے ہیں اور پتا نہیں پاپا کو کیا کہانی سنائی ہے' جو وہ یوں اعتبار کرنے لگے ہیں۔ آپ نے سوچا ہو گا امیر آدمی کی اکلوتی بیٹی سے شادی کر کے ساری جائیداد پر قبضہ کر لوں گا۔ آپ جیسی مینٹلیٹی کے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوتے اور اگر کامیاب ہو بھی جائیں تو ان کی حیثیت نوکر سے زیادہ نہیں ہوتی۔" وہ اپنی بھڑاس بڑی کامیابی سے نکال چکی تھی کیونکہ مقابل کا چہرہ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو گیا تھا اور عائشہ کی مسکراہٹ بڑی پرسکون تھی۔ وہ پھرتیلا چھوٹے باکل اس کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا۔ اگلے ہی پل اس نے اسے دونوں بازوؤں سے تھاما تھا۔ پہلے تو وہ اس کی اتنی جرات پر حیران ہوئی اور پھر اس کی آہنی گرفت پر روہانسی ہو کر خود کو چھڑوانے لگی تھی۔

"تمہاری جیسی بد مزاج لڑکیوں کا دماغ کیسے درست کرنا ہے' مجھے بڑی اچھی طرح آتا ہے۔ یہ جو ابھی تم نے بکواس کی ہے نا۔ اس کا مزہ میں ابھی چکھا دیتا' لیکن مجھے انکل کا لحاظ ہے' لیکن فکر نہ کرو۔ تمہارے سارے اختیارات میرے ہاتھ آجائیں۔ تمہارا وہ حشر کروں گا کہ یاد رکھو گی۔" اس کے انداز پر ایک پل کے لیے وہ سہم کر رہ گئی تھی لیکن اگلے ہی پل اس نے سر جھٹکا تھا۔

"ناممکن بات ہے کہ میں آپ سے شادی کروں۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے خوفی سے بولی۔ "اگر ایسا ہوا تو میں زہر کھالوں گی۔"

زہر خند مسکراہٹ احمد کے چہرے پر آئی تھی۔

"اس کی تم فکر مت کرو۔ وہ میں خود تمہیں دے دوں گا۔" کہنے کے ساتھ اس نے زور سے اسے پیچھے کی طرف دھکا دیا تھا اور وہ جو اس سلوک کے لیے تیار نہ تھی۔ جھٹکے سے ماربل شیلف کے ساتھ لگی تھی۔

"اور تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں۔ ہمارے پاس اتنی دولت ہے کہ تمہارے گھر جیسے تین گھر خرید سکتے ہیں اور ایم بی اے کی ڈگری ہے میرے پاس وہ بھی امریکہ کی۔" جبکہ وہ درد کی شدت سے بلبلا اٹھی تھی۔

"جنگلی انسان!" اس نے سنا ضرور تھا لیکن مڑ کر نہیں دیکھا بلکہ سالن والا ڈونگا اٹھا کر لے گیا تھا اور عائشہ کو جتنی گالیاں آتی تھیں اس نے اسے دی تھیں۔ ساری رات رونے کے بعد صبح تک وہ خود کو کافی کمپوز کر چکی تھی اور وہ جانتی تھی پاپا نماز کے بعد

ہوتے اور اس وقت احمد تایا آسیب بھی ان کے نہیں ہوگی۔ اس نے ہلکا سا دروازہ کھول کر اندر دیکھا وہ آنکھیں بند کیے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ آہٹ پر انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور اسے دیکھ کر وہ مسکرائے تھے جیسے وہ اسی کے منتظر ہوں۔

"میری بیٹی ناراض ہے مجھ سے۔" اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"میں کل آیا تھا لیکن تم نے دروازہ نہیں کھولا۔ مجھے پتا تھا تمہیں غصہ تھا اور میں چاہتا تھا۔ تم سے بات کروں جب تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو جائے اور تم تسلی سے کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ۔"

"پاپا! میں نے بہت تسلی سے سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں احمد سے شادی نہیں کر سکتی۔"

"کیوں؟" اس کے خاموش ہونے پر وہ بولے تھے۔

"کیونکہ پاپا! جیسا وہ نظر آتا ہے ویسا وہ ہے نہیں۔ پہلے دن سے اس نے مجھے ٹارچر کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا۔ آپ کے سامنے وہ تمیز کا مظاہرہ کرتا ہے لیکن مجھ سے وہ ہمیشہ بدتمیزی سے بات کرتا ہے۔"

سلطان صاحب کتنی دیر تک اس کا چہرہ دیکھتے رہے جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"احمد سے شادی نہ کرنے کی وجہ صرف ناپسندیدگی ہے یا کچھ اور؟" عائشہ نے چونک کر انہیں دیکھا اور اس نے پوری ہمت کے ساتھ خود کو حذیفہ کے بارے میں بتانے کے لیے تیار کیا۔

"پاپا۔" اس نے جھجکتے ہوئے ان کی طرف دیکھا "میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔"

سلطان صاحب کو بہت تکلیف ہوئی تھی انہیں لگ رہا تھا احمد سے شادی نہ کرنے کی وجہ کچھ اور ہے۔ لیکن انہیں یہ بھی امید تھی کہ عائشہ کسی اور کو پسند نہیں کر سکتی۔

"اس کا نام حذیفہ ہے وہ میرے ساتھ کالج میں پڑھتا ہے۔" یہ دو جملے اس نے ان سے نظریں ملائے بغیر ادا کیے تھے۔ ان کی مسلسل خاموشی پر اس نے ڈرتے ڈرتے ان کی طرف دیکھا اور بے اختیار ان کا ہاتھ تھاما تھا۔

"پاپا! آپ کچھ کہیں گے نہیں۔" انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"کیا کہوں عائشہ! تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔ جب تم نے احمد سے بدتمیزی کی میرا ابھی لحاظ نہیں کیا تو میں نے سوچا۔ میری تربیت میں کہاں کمی رہ گئی ہے اور آج پھر وہی سوال میرے سامنے ہے۔ کیا میرے پیار میں کمی تھی جو تمہیں کسی اور کی ضرورت پڑی۔ میں نے تمہیں وہاں اچھی تعلیم حاصل کرنے بھیجا تھا۔ یہ اختیار نہیں دیا تھا۔ تم اپنے لیے خود لڑکا پسند کرتی پھرو۔" وہ جو خاموشی سے سر جھکائے ان کی بات سن رہی تھی ایک دم بول پڑی۔

"پاپا! میں نے کبھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی اگر آپ کو مجھ پر یقین ہے تو میں نے ہمیشہ اس یقین کا مان رکھا ہے۔ اگر میں حذیفہ کو پسند کرتی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے کوئی لمٹ کراس کی ہے۔ میں کبھی اس کے ساتھ باہر آؤٹنگ پر نہیں گئی۔ کبھی ہوٹلنگ نہیں کی۔ کالج میں بھی جب کبھی میری اس سے بات ہوتی ہے۔ سدرہ ہمارے ساتھ ہوتی ہے پاپا! آپ مجھے اتنا چاہتے ہیں۔ ہر چیز گھر میں میری مرضی سے ہوتی ہے لیکن زندگی کے سب سے اہم فیصلے پر میرا اختیار کیوں نہیں پاپا!" وہ اب رو پڑی تھی۔ سلطان صاحب جو ناراضی سے منہ دوسری طرف کیے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ اس کے رونے پر اسے دیکھنے لگے۔

"عائشہ۔" انہوں نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"کیا تمہیں میری محبت پر شک ہے؟" اس کا سر نفی میں ہلا تھا۔

"مجھ سے زیادہ تمہارا بھلا چاہنے والا اس دنیا میں کوئی ہے؟" اس نے پھر سر نفی میں ہلایا تھا۔

"تو میں تمہارا برا کیسے سوچ سکتا ہوں۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر اور بہت پرکھنے کے بعد احمد کو

تمہارے لیے چنا ہے۔ یہ میرا جذباتی اور جلد بازی کا فیصلہ نہیں' میری نظر وہ دیکھ سکتی ہے جو تم اب نہیں دیکھ رہیں وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔" عائشہ نے سرنفی میں ہلایا تھا۔

"نہیں پاپا! میں پھر بھی اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ میں صرف حذیفہ کے ساتھ خوش رہوں گی وہ مجھے سمجھتا ہے۔" اس کے ضدی انداز پر انہوں نے اس کے چہرے کے گرد سے ہاتھ ہٹا لیے تھے۔

"پاپا! ایک بار آپ اس سے مل تو لیں۔" اس نے ملتجی انداز میں کہا تھا۔

"نہیں عائشہ! میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ تمہاری شادی احمد سے ہو گی۔" عائشہ نے دکھ سے انہیں دیکھا اور آنسو صاف کرتی ہوئی کھڑی ہو گئی۔

"اور میں نے بھی فیصلہ کر لیا ہے کہ میں شادی حذیفہ سے کروں گی۔"

"عائشہ۔" وہ ایک دم غصے سے چلائے تھے تو باہر کھڑے احمد نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تھا۔

"میرے جیتے جی ایسا نہیں ہو گا۔"

"اور میرے مرنے کے بعد یہ قصہ ہی ختم ہو جائے گا۔" اس کا مطلب سمجھنے میں انہیں ایک پل لگا تھا۔

"عائشہ!" وہ گھبرا کر کھڑے ہوئے تھے۔ اس کے دروازہ کھولنے سے پہلے احمد سائیڈ پر ہو گیا تھا۔ وہ کچن کی طرف بھاگی تھی۔ اس کے پیچھے سلطان صاحب اور احمد ان کے کچن میں پہنچنے سے پہلے وہ چاقو نکال کر وہ اپنے بازو پر کٹ لگا چکی تھی۔ سلطان صاحب وہیں ساکت ہو گئے ان کی ساکت نظریں زمین پر جمع ہوتے خون پر جمی تھیں۔ ان کے پیچھے کھڑا احمد ایک پل کے لیے حیران پریشان اس منظر کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اور سمجھ آتے ہی اس نے عائشہ کو مزید موقع دیے بغیر چاقو اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا۔ وہ اتنی سی دیر میں اپنی نقاہت کا شکار ہو گئی تھی کہ مزاحمت نہ کر سکی اور چکراتے سر کے ساتھ اس نے کاؤنٹر کا سہارا لینا چاہا لیکن ناکام رہی اس سے پہلے وہ گرتی احمد نے اس کو تھام لیا تھا۔ لیکن وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

"انکل۔" وہ دونوں ہاتھ ڈائننگ ٹیبل پر رکھے گہری سوچ میں گم تھے جب احمد کی آواز پر چونک کر سر اٹھایا۔ وہ جوس کا گلاس لیے کھڑا تھا۔

"نہیں احمد! دل نہیں کر رہا۔"

"پلیز انکل آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ شام ہو رہی ہے اتنی دیر پیٹ خالی رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔" اس کے انداز پر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اس نے کسی آدمی کو یوں بے بسی سے روتے نہیں دیکھا تھا جب پہلی بار وہ ان سے ملا تھا کتنی مضبوط پرسنالٹی تھی ان کی۔ ان کی اپنی اولاد نے انہیں کتنا بے بس کر دیا تھا اور پہلی دفعہ اسے عائشہ پر بے حد غصہ آیا تھا۔

"انکل! پلیز۔" اس نے بے اختیار اٹھ کر انہیں ساتھ لگا لیا تھا۔

"آئی ایم ویری سوری احمد۔"

"انکل مجھے سوری کیوں کہہ رہے ہیں۔"

"میری بیٹی نے مجھے تمہارے سامنے شرمندہ کر دیا۔ میں نے کتنے مان سے اس سے بات کی جبکہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہے۔" یہ بات احمد کو بتاتے ہوئے ان کا دل چاہا' زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔ احمد کچھ نہیں بولا تھا کیونکہ انہوں نے اپنی طرف سے جو انکشاف کیا تھا وہ یہ سب سن چکا تھا۔

"میں تمہارا ہی نہیں نوازش کا بھی مجرم ہوں۔ اس نے بچپن کی بات کو اہم جانا' چاہتا تو اگنور کر سکتا تھا لیکن اس نے پاس رکھا میری ایک کال پر تمہیں بھیج دیا۔ عائشہ کی اتنی بدتمیزی پر بھی تم نے کبھی مجھ سے شکایت نہیں کی۔ لیکن آج میں تم سے کہہ رہا ہوں میری بیٹی تمہارے لائق نہیں' میری تم سے ایک گزارش ہے کہ عائشہ کی اس حرکت کا کسی کو پتہ نہ چلے تمہارے گھر والوں کو بھی نہیں۔"

احمد نے سر ہلا کر اقرار کیا تھا۔

"تھینک یو۔" انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ

"میں جانتا ہوں وہ غلط فیصلہ کر رہی ہے۔ لیکن مجبور ہوں۔ میں اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔" وہ سر جھکائے خود کلامی کے انداز میں بولے۔ احمد نے افسوس سے ان کے چہرے کو دیکھا جو ایک ہی دن میں بوڑھے لگنے لگے تھے۔

☼ ☼ ☼

جب اسے ہوش آیا تو اس کے قریب سدرہ بیٹھی تھی اور اس سے کچھ فاصلے پر صوفے پر سلطان صاحب بیٹھے تھے۔

"انکل! عائشہ کو ہوش آگیا ہے۔" سدرہ کی پرجوش آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر عائشہ کی طرف دیکھا اور گہرا سانس لے کر کھڑے ہو گئے۔

"تم جس لڑکے کی بات کر رہی تھیں۔ اسے بلاؤ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔" کہہ کر وہ رکے نہیں تھے۔

"ہیں یہ انقلاب کیسے ہوا؟" سدرہ نے حیرت سے اسے دیکھا تو اس نے بمشکل مسکراتے ہوئے اپنے بازو کی طرف اشارہ کیا۔ سدرہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"انکل نے مجھے تو نہیں بتایا۔ انہوں نے کہا۔ چوٹ لگی تھی۔" وہ اب بھی حیران تھی۔

"پر عائشہ! یہ سب کیوں۔"

"وہ مان نہیں رہے تھے۔ وہ میری شادی احمد سے کروانا چاہتے تھے۔"

"ایک بات کہوں۔"

"ہاں۔" وہ بند آنکھوں کے ساتھ بولی۔

"حذیفہ سے کروڑ درجے بہتر احمد ہے۔" عائشہ نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟"

"ٹھیک ہے۔ اسی لیے تو کہہ رہی ہوں۔" سدرہ پھر بھی اپنی کہنے سے باز نہیں آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

منگنی کی تقریب بہت سادگی کے ساتھ انہوں نے گھر میں ارینج کی تھی۔ ان کی طرف سے ان کے بھائی تھے وہ بھی ان سے ناراض تھے۔ وہ خود عائشہ کے مستقبل کو لے کر اتنے پریشان تھے کہ کسی اور طرف دھیان ہی نہیں جاتا تھا۔ انہیں پہلے ہی عائشہ کے فیصلے پر اعتراض تھا مزید حذیفہ سے مل کر ان کا دل خراب ہو گیا تھا۔ انہیں یہ اندازہ تھا کہ ان کی بیٹی کو لوگوں کی پہچان نہیں ورنہ احمد جیسے ہیرے کو نہ ٹھکراتی ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے حذیفہ میں کیا نظر آیا۔ انہیں پہلی نظر میں وہ لڑکا احساس کمتری کا شکار لگا اور اس سے باتیں کرنے کے بعد اس کی باتوں میں لالچ صاف نظر آیا تھا۔ جاننے کے دعوے کے باوجود عائشہ کو کیوں یہ سب نظر نہیں آیا۔ حذیفہ کے گھر والے موجود تھے' بالکل ان کے اندازے کے مطابق ان پڑھ' جاہل لالچی حریص نظروں سے ان کی گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہوئے۔ انہوں نے نہ چاہتے ہوئے ان لوگوں کے لیے اچھے کپڑوں کا انتظام کیا تھا جبکہ وہ عائشہ کے لیے ایک معمولی سی انگوٹھی اور سستی سی جیولری کے سوا کچھ نہیں لائے تھے۔ انہوں نے غور سے عائشہ کا چہرہ دیکھا کہ شاید اسے کچھ برا لگا ہو لیکن وہ مسکرا رہی تھی۔ انہوں نے گہرا سانس لے کر احمد کو تلاش کیا' وہ وہاں نہیں تھا۔ اب احمد کو دیکھ کر انہیں عائشہ کے لیے زیادہ افسوس ہوتا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ سدرہ کے ساتھ شاپنگ کر کے لوٹی تھی جب سکینہ نے بتایا کہ پاپا اس کو بلا رہے ہیں۔ وہ بہت خوش ہو گئی کیونکہ منگنی کے بعد وہ بہت کم اس سے بات کرتے تھے۔ وہ مسکراتی ہوئی ان کے کمرے کی طرف بڑھی لیکن دروازہ کھولتے ہی پہلی نظر احمد پر پڑی اور اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔

"آپ نے بلایا تھا پاپا۔"

"ہاں آؤ۔" انہوں نے سنجیدگی سے اسے سامنے بیٹھنے کو کہا۔

"تم کہاں جارہے ہو؟" احمد کو اٹھتا دیکھ کر سلطان صاحب نے پوچھا۔

"باہر۔"

"بیٹھ جاؤ۔" وہ چاروناچار بیٹھ گیا۔

"تم نے جب بھی مجھ سے ضد کی میں نے ہمیشہ پوری کی۔ اپنی یہ والی ضد پوری کرنے کے لیے تم نے جو طریقہ اختیار کیا۔ میں نے سوچ لیا تھا۔ میں اب بھی تم سے کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن باپ ہوں' اپنی محبت سے مجبور ہوں۔"

"بات کیا ہے پاپا؟" اب کے وہ پریشان ہو کر بولی۔

"مجھے پہلی نظر میں حذیفہ پسند نہیں آیا لیکن میں نے نہیں کہا۔ اس کے گھر والے دیکھے تھے نا تم نے۔ اس کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں جانتی ہو تم کچھ؟" ان کے سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر وہ خاموشی سے انہیں دیکھتی رہی۔ "اس کے فادر ایک اسکول میں چپڑاسی ہیں۔ ایک بھائی اس کا موٹر مکینک ہے اور ایک درزی کا کام کرتا ہے۔ منشیات کا عادی ہے' دو کمروں کا گھر ہے۔ جس میں ان پانچ افراد کے علاوہ اس کی دو بہنیں بھی رہتی ہیں۔ کیا یہ بات تمہارے نالج میں ہے؟" اور عائشہ کے سر میں جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔ اسے یہ پتا تھا حذیفہ کا تعلق مڈل کلاس سے ہے لیکن یہ پتا نہیں تھا کہ اس کا تعلق لوئر مڈل کلاس سے ہے اور اس کا فیملی بیک گراؤنڈ اس نے کبھی اس کے بہن بھائیوں کا پوچھا ہی نہیں اور نہ اس نے کبھی بتایا تھا۔

"تمہاری خاموشی سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ تمہیں یہ سب نہیں معلوم۔" اسے خاموش دیکھ کر سلطان صاحب جتاتے ہوئے انداز میں بولے۔

"آپ کو یہ سب کیسے پتا چلا؟"

"میں نے پتا کروایا ہے۔"

"کس سے؟"

"احمد نے پتا کروایا ہے۔" عائشہ نے کھا جانے والی نظروں سے احمد کو دیکھا۔

"اس نے کہا اور آپ نے یقین کرلیا۔ یہ آدمی تو کبھی میرا اچھا نہیں سوچ سکتا۔ آپ کو یہ کیوں نظر نہیں آرہا کہ یہ مجھ سے بدلہ لینے کے لیے جھوٹ بول رہا ہے۔"

"وہ کیوں بدلہ لے گا۔"

"یہ تو آپ اس سے ہی پوچھیں اور مجھے افسوس ہے پاپا! کہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس شخص پر یقین ہے۔" وہ کہہ کر رکی نہیں تھی۔

"میں نے کہا تھا انکل! وہ نہیں مانے گی۔" دروازہ بند کرنے سے پہلے اس نے احمد کی آواز سنی تھی۔ اس نے کمرے میں جاکر سب سے پہلے حذیفہ کو فون کیا تھا۔

"شکر ہے' تم نے فون تو کیا۔" اس کی آواز سن کر حذیفہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"پلیز حذیفہ! اس وقت میرا موڈ اچھا نہیں۔"

"کیوں کیا ہوا؟" دوسری طرف وہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"تم نے مجھے کبھی بتایا نہیں کہ تمہارا ایک بھائی موٹر مکینک اور دوسرا درزی ہے۔ وہ بھی ڈرگ ایڈکٹ۔"

"ہاں یہ سچ ہے۔ میں تمہیں یہ سب بتانا چاہتا تھا لیکن کبھی موقع ہی نہیں ملا اور پھر تم نے کبھی پوچھا بھی تو نہیں۔" عائشہ کا پہلے غصے اور اب صدمے کے مارے برا حال تھا۔

"گھر بھی تمہارا اتنا چھوٹا ہے حذیفہ مجھے کہاں رکھو گے۔"

"میں مانتا ہوں عائشہ! جو تم کہہ رہی ہو سب ٹھیک ہے یہ سب تمہارے اسٹینڈرڈ کے مطابق نہیں لیکن میں نے کبھی نہیں سوچا کہ میں تمہیں اپنی فیملی کے ساتھ رکھوں گا' میں تو خود بھی ان کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا' جہاں مسئلے اور غربت ہی ختم نہیں ہوتی۔ شادی کا کچھ عرصہ ہم انکل کے ساتھ رہیں گے جیسے ہی مجھے کوئی اچھی جاب ملے گی۔ ہم اپنا گھر لے لیں گے اور اگر ایسا نہ بھی ہوا تو انکل کا اتنا بڑا بنگلہ اور بزنس

تمہارا حق ہے۔"
"بابا مجھے کچھ نہیں دیں گے۔" بے خیالی میں اس
کے منہ سے نکلا تھا۔
"کیا مطلب؟" حذیفہ کو جھٹکا لگا تھا۔
"حذیفہ! میں نے بابا کی مرضی کے خلاف جا
کر شادی کی ہے۔ انہوں نے کہا تھا اس شرط پر
کہ شادی کے بعد مجھے اپنی جائیداد میں سے
کچھ نہیں دیں گے۔ اس لیے ہوا میں تیر چھوڑا
تھا۔"
"مذاق کر رہی ہو عائشہ!" حذیفہ جیسے رو دینے کو
تھا۔
"نو۔ آئی ایم سیریس۔" دوسری طرف خاموشی چھا
گئی تھی۔
"اچھا عائشہ! میری کال آرہی ہے۔ تم سے بعد میں
بات کرتا ہوں۔"
فون رکھتے ہی عائشہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر
تھام لیا تھا۔ وہ دونوں ٹانگیں صوفے پر رکھے ان پر
تھوڑی ٹکائے گہری سوچ میں گم تھی۔ ایک ہفتہ پہلے اس
نے حذیفہ سے بات کی تھی۔ اس کے بعد نہ اس نے
کال کی اور نہ حذیفہ نے۔ وہ کالج بھی نہیں جا رہی تھی
کیونکہ شادی تھی اس کی لیکن اس نے شاپنگ بھی
بند کردی تھی۔ بابا الگ خاموش رہتے تھے۔ پہلے بھی
گھر میں دو افراد تھے لیکن آوازیں تھیں۔ اب تو لگتا تھا
جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہیں۔ احمد جب تھا تو بابا اس
سے بات کرلیتے تھے۔ اب تو وہ بھی چلا گیا تھا۔ اس نے
گہرا سانس لے کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ گاڑی کا
ہارن بجا اور اس کے بعد ڈور بیل بجی تھی۔ وہ حیران
ہوتی ہوئی باہر نکلی کیونکہ کار کا ہارن بابا کی گاڑی کا نہیں
تھا۔ اس نے گیٹ کھولا تو سامنے ہی بابا کھڑے تھے۔
لیکن وہ دو لوگوں کا سہارا لیے ہوئے۔
"بابا۔" وہ بے ساختہ ان کی طرف بڑھی۔
"کیا ہوا انہیں؟" اس نے ان دونوں سے پوچھا
تھا۔
"اچانک آفس میں سر کی طبیعت خراب ہوگئی تھی
ہم ہسپتال لے کر گئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے کہ
انہیں انجائنا کا اٹیک ہوا ہے۔ کسی ٹینشن کی وجہ
سے۔" اس نے رونا شروع کر دیا تھا۔ وہ دونوں ان کو
سہارا دیتے ہوئے بیڈ روم میں لے آئے تھے۔
"حفیظ صاحب! تھینک یو ویری مچ۔ میں اب
ٹھیک ہوں۔" وہ بمشکل یہ بول سکے تھے۔
"یہ ان کی میڈیسن ہے اگر کوئی پرابلم ہو تو یہ میرا
نمبر ہے۔ میں سر کا منیجر ہوں۔"
"تھینک یو ویری مچ۔" انہیں چھوڑ کر وہ اندر آئی
تو وہ آنکھیں بند کیے لیٹے تھے۔
"بابا!" اس نے روتے ہوئے انہیں پکارا تو انہوں
نے بمشکل آنکھیں کھولیں۔
"وہ تمہارے لائق نہیں عائشہ!"
"کون بابا؟"
"حذیفہ۔" وہ کچھ نہیں بولی۔ بس ان کا ہاتھ پکڑ کر
روتی رہی۔
"آج آفس آیا تھا وہ اور اس کا بھائی۔" عائشہ نے
چونک کر انہیں دیکھا۔
"پچاس لاکھ مانگ رہے تھے۔ کرائے کا گھر تھا جہاں
سے انہیں جواب مل گیا ہے اور وہ مکان خریدنا چاہتے
ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا تب بھی تو مکان آپ نے دینا ہے تو
ابھی سہی۔ میری باتوں پر بھی شاید تم یقین نہ کرو جیسے
احمد کا نہیں کیا تھا میں نے ریکارڈنگ کی ہے۔ سن لو۔"
انہوں نے موبائل اس کی طرف بڑھایا تھا۔
"اور اگر میں نہ دوں تو۔" سلطان صاحب کی آواز
آئی تھی۔
"وہ تو آپ کو دینے پڑیں گے اور یہ میں اپنے لیے
نہیں آپ کی بیٹی کے لیے کہہ رہا ہوں کہاں عادت ہے
اسے ایک کمرے میں رہنے کی اگر آپ نے مجھے پچاس
لاکھ نہ دیے تو آپ کی بے وقوف بیٹی تو ہے نا۔ سوچیں
اس پر میرے پیار کا رنگ کتنا گہرا ہے۔ پہلے بھی وہ
میری خاطر خودکشی کی کوشش کرچکی ہے تو سوچیں کیا
میری خاطر وہ گھر سے نہیں بھاگ سکتی اور پھر جو آپ
کی۔ عزت رہ جائے گی تو پچاس لاکھ کیا برے ہیں۔"

یہ مکروہ انداز حذیفہ کا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے پتا تھا۔ تمہیں یقین نہیں آئے گا اس لیے ریکارڈ کر لیا۔ آج میرا دل چاہ رہا ہے عائشہ کہ میں مر جاؤں۔ جتنی ذلت مجھے اس لڑکے کے سامنے محسوس ہوئی۔ تم نے مجھے مار دیا عائشہ! مار دیا۔"

"خدا کے لیے پاپا! ایسے مت کہیں پاپا! مجھ سے غلطی ہو گئی۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بری طرح رو پڑی تھی۔

"احمد کو بلاؤ۔"

"پاپا۔"

"عائشہ! احمد کو بلاؤ۔" وہ بے بسی سے ان کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میرے موبائل میں اس کا نمبر ہے۔"

اس نے احمد کا نمبر ڈائل کیا تھا دوسری بیل پر اس نے فون اٹھا لیا تھا۔

"السلام علیکم انکل کیسے ہیں!"

"عائشہ بات کر رہی ہوں۔" دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی جیسے وہ اس سے بات نہ کرنا چاہتا ہو۔

"پاپا آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"نہیں تم سے کہو آ جائیے۔"

"پاپا کہہ رہے ہیں آپ آ جائیں۔"

"خیریت ہے نا۔" اس کی بھاری آواز پر وہ چونکا تھا۔

"پاپا کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" اب کے وہ رو پڑی تھی۔

"او کے۔ میں پندرہ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔" اس نے ان کو دو تین دفعہ آواز دی لیکن وہ شاید سو گئے تھے وہ اٹھ کر لاؤنج میں آ گئی۔ وہ بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ پندرہ منٹ تھے کہ گزر نہیں رہے تھے پندرہ منٹ میں دس دفعہ اس نے اندر جھانک کر دیکھا تھا کہ پاپا سانس۔ لے رہے ہیں اچانک وہ پتا نہیں کیوں بہت ڈر گئی تھی۔

"یا اللہ احمد آ جائے۔" اس نے دل سے دعا کی تھی تب ہی ڈور بیل بجی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی گیٹ تک گئی تھی۔

"کہاں ہیں انکل؟" وہ بھی اس کی طرح پریشان تھا اور اس کے جواب سے پہلے بھاگتے ہوئے سلطان صاحب کے کمرے کی طرف گیا تھا۔

"انکل!" اس نے قریب جا کر بیٹھتے انہیں پکارا تھا اور اس کی ایک پکار پر انہوں نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائے تھے۔ عائشہ کا دل چاہا خود کو شوٹ کر لے۔ اس کے ایک غلط فیصلے نے اس کے باپ کو اس سے دور کر دیا تھا۔

"تم آ گئے احمد۔"

"جی انکل ابھی آپ کے پاس ہوں۔ یہ اچانک کیا ہوا۔ طبیعت کیسے خراب ہو گئی آپ کی۔"

"جانے کا وقت آ گیا ہے احمد۔"

"پاپا۔" وہ ایک دم چیختی ہوئی ان کے قدموں سے لپٹ گئی تھی۔

"ایسے مت کہیں پاپا ایسے مر جاؤں گی۔" احمد بھی ایک دم پریشان ہو گیا تھا۔

"پلیز انکل ایسے مت بولیں۔ کچھ نہیں ہو گا آپ کو۔ میں آ گیا ہوں نا ابھی ہسپتال چلتے ہیں۔"

"نہیں احمد اب جینے کو دل نہیں کرتا میرا دل آج مر گیا ہے۔"

"پاپا مجھے معاف کر دیں۔" وہ اب ان کے پاؤں چوم رہی تھی۔

"نہیں پاپا۔" وہ اور زور سے رونے لگی۔

"یہاں آؤ عائشہ۔" وہ ان کے دائیں طرف آ کر بیٹھ گئی۔

"پاپا مجھے معاف کر دیں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی۔ آپ جو چاہیں مجھے سزا دیں پاپا جو چاہے۔" ان کے کندھے پر سر رکھ کر بری طرح رو پڑی تھی۔

"احمد! آج پھر تم سے کچھ مانگنے لگا ہوں۔ تم بھی کہو گے کیسا خود غرض آدمی ہے لیکن کیا کروں تم پر مجھے

بہت ہی بہت ہے۔" انہوں نے بائیں ہاتھ میں احمد کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

"میری بیٹی بہت نادان ہے اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں اس سے ناراض ہوں پر میں اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ میرے بعد یہ اکیلی ہو جائے گی۔"

"پاپا۔"

"مجھے بات کرنے دو عائشہ۔" انہوں نے ناراضی سے اسے دیکھا۔

"اسے میں نے آج تک زمانے کی ہر برائی سے بچا کر رکھا ہے اس لیے یہ لوگوں کو پہچاننے میں دھوکا کھا گئی۔ میرے بعد صرف ایک تم ہو جس پر میں بھروسا کر سکتا ہوں۔"

"انکل!" احمد نے کچھ کہنا چاہا لیکن انہوں نے اس کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش کروا دیا۔

"میں نے خود تم سے کہا تھا کہ میری بیٹی تمہارے لائق نہیں۔ میرے بعد بے شک تم اس سے شادی نہ کرنا لیکن اس کا خیال ضرور رکھنا۔ رکھو گے نا؟"

"پاپا! مت کریں ایسا۔ مجھے معاف کر دیں۔ آپ جیسا کہیں گے میں ویسا کروں گی۔ میں کبھی بدتمیزی نہیں کروں گی میں کبھی ضد بھی نہیں کروں گی۔ آپ کو حذیفہ نہیں پسند، میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔ آئی پرامس پاپا نہیں کروں گی۔ بس مجھے معاف کر دیں۔" وہ دونوں ہاتھوں میں ان کا چہرہ تھام کر ان سے وعدہ کر رہی تھی۔ اس کی حالت اس وقت اتنی قابل رحم ہو رہی تھی کہ احمد کو بھی افسوس ہو رہا تھا۔

"عائشہ۔" سلطان صاحب نے اسے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا تھا۔ وہ ان کے سینے پر سر رکھ کر رو پڑی تھی۔

"میں تم سے ناراض نہیں میری بچی! میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے اب بھی احمد کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

"احمد! وعدہ کرو۔ میری عائشہ کا خیال رکھو گے۔" اس کے سر ہلانے پر وہ مسکرا دیے تھے۔

"میرے دونوں بچے میرے ساتھ ہیں۔ مجھے بہت سکون ہے۔" وہ اب نارمل انداز میں بات کر رہے تھے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔ کچھ دیر سوؤں گا۔ احمد تم جانا نہیں۔ عائشہ اکیلی ہو جائے گی۔" احمد نے بے ساختہ عائشہ کی طرف دیکھا تھا تب ہی اس نے بھی احمد کی طرف دیکھا تھا۔ نظریں ملنے پر دونوں نے نظریں چرا لی تھیں۔

"میں اٹھوں گا تو نوازش سے میری بات کروانا۔"

احمد نے سر ہلایا تھا۔

"تھوڑی دیر سوؤں گا۔" وہ غنودگی میں چلے گئے تھے۔

"پاپا۔" عائشہ نے گھبرا کر آواز دی تھی۔

"شاید دوائیوں کا اثر ہے۔ سونے دو ان کو۔ باہر آ جاؤ۔" وہ کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔ انہیں چادر اوڑھا کر لائٹ آف کر کے باہر نکل آئی۔ کتنی دیر وہ انگلیاں مروڑتی صوفے کی سائیڈ پر کھڑی رہی جبکہ احمد آنکھیں بند کیے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی لیکن اس کے آنکھیں کھول کر دیکھنے پر وہ کچھ اور بول گئی۔

"کھانا کھائیں گے۔"

"نہیں تم سو جاؤ۔ میں یہیں ہوں۔" وہ کچھ کہے بغیر کمرے میں آ گئی تھی۔ نامانوس شور پر اس کی آنکھ کھلی تھی پہلے تو اسے کچھ سمجھ نہیں آیا، وہ عائشہ کے چیخنے کی آواز تھی۔ وہ ننگے پاؤں سلطان صاحب کے کمرے کی طرف بھاگا تھا "پاپا!" وہ روتے ہوئے ان کو اونچی آواز میں پکار رہی تھی۔

"احمد! پاپا بول نہیں رہے۔ یہ مجھ سے ناراض ہیں اس لیے نہیں بول رہے آپ بلائیں نا۔ آپ کی بات ضرور مانیں گے۔" وہ اب اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچ رہی تھی۔ احمد نے سلطان صاحب کے دل پر ہاتھ رکھا جو بالکل ساکت پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں ایک دم آنسوؤں سے بھر گئی تھیں اور عائشہ جو منتظر نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر پاگلوں کی طرح چیخنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

"پھر کیا سوچا ہے؟"

"کس بارے میں؟" نوازش صاحب کے پوچھنے پر اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"عائشہ کے بارے میں۔" احمد نے گہرا سانس لیا۔

"پاپا! یہ اس کی اپنی زندگی ہے۔ اسے کیا کرنا ہے یہ آپ کو اس سے پوچھنا چاہیے۔"

"میں دو تین دفعہ گیا ہوں اس کے پاس' پر وہ مجھے دیکھتے ہی رونے لگتی ہے۔ میری ہمت نہیں ہوئی کوئی بھی بات کرنے کی' میں نے اس کے تایا سے پوچھا تھا کہ ہم عائشہ کو اپنے ساتھ لے جائیں پر انہوں نے منع کر دیا۔"

"کیوں؟" وہ ماتھے پہ بل ڈال کر بولا۔

"وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہیں احمد! وہ عائشہ کے تایا ہیں۔ ان کا اس پر حق ہے جبکہ ہم کون ہیں اس کے۔"

"لیکن پاپا! انکل نے جانے سے پہلے عائشہ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی۔"

"وہ تمہیں پتا ہے لیکن لوگوں کو نہیں۔ وہ تم سے پوچھیں گے کہ کس حق سے تم عائشہ کو ساتھ لے کر جانا چاہتے ہو تو کیا کہو گے اور کیا عائشہ تمہارے ساتھ جائے گی؟"

اب کی بار وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"ہمیں دو ہفتے ہو گئے ہیں یہاں آئے۔ تمہاری ممی بھی بار بار فون کر رہی ہے۔ اب ہمیں واپس چلنا چاہیے اور میرے خیال میں عائشہ کو تھوڑا ٹائم دینا چاہیے' شاید وہ خود کوئی بہتر فیصلہ کر سکے۔" وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ تب ہی شور کی آواز پر وہ دونوں گھبرا کر اندر کی طرف بھاگے تھے اور دروازے میں ہی رک گئے۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے سامنے آنے کی؟" احمد نے عائشہ کا سرخ چہرہ اور جارحانہ انداز دیکھ کر مقابل کو دیکھا جہاں حذیفہ کھڑا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باتھ کر دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"عائشہ!"

"نام مت لو اپنی گندی زبان سے میرا۔ تم میرے پاپا کے قاتل ہو۔ لالچ نے میرے پاپا کی جان لے لی۔" رو رو کر بولتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔

"مجھے معاف کر دو عائشہ۔" وہ دو قدم آگے بڑھا اور وہ بے ساختہ تین قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"دور رہو مجھ سے گھٹیا انسان! میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ یہ لو اپنی گھٹیا انگوٹھی اور دفع ہو جاؤ۔ میں سمجھوں گی' مر گئے تم' بلکہ مر جاؤ تم' مجھے سکون آجائے گا۔"

"عائشہ۔۔۔" وہ گھگھیانے والے انداز میں آگے بڑھا۔

"تم دفع ہوتے ہو یا میں تمہارا قتل کر دوں۔" کہنے کے ساتھ اس نے ٹیبل پر پڑے اسٹینڈ میں سے چاقو نکال لیا۔ نوازش صاحب کے ساتھ ساجد صاحب اور تماشا دیکھتا سعد ایک دم آگے بڑھے تھے جبکہ سدرہ نے مضبوطی سے اسے کندھے سے تھام لیا تھا۔ آج کافی دن بعد احمد نے اسے اس کے پرانے انداز میں دیکھا تھا اور وہ جانتا تھا اگر حذیفہ مزید کچھ دیر یہاں رکا تو اپنی ٹانگوں پر واپس نہیں جائے گا۔

"جاتے کیوں نہیں۔ عائشہ نے کہہ دیا نا کہ وہ تم سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی۔ چلے جاؤ۔ آئندہ یہاں نظر مت آنا ورنہ سیدھا پولیس اسٹیشن جاؤ گے۔"

"اور ایک بات۔" وہ جھک کر انگوٹھی اٹھا رہا تھا جب عائشہ بولی۔

"آج تک میں نے تمہیں جتنی رقم دی ہے۔ وہ مجھے واپس چاہیے اگر تم نے واپس نہ کی تو پولیس کے ذریعے مجھے یہ کام کرنا ہو گا۔" حذیفہ نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن ساجد صاحب اس کا بازو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اسے باہر لے گئے تھے۔ جبکہ سدرہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے گئی۔

"یہ کیا تھا۔" نوازش صاحب اب تک پریشان اور حیران تھے۔

"وہ ایسی ہی ہے۔" احمد نے مسکرا کر جانے کس

ہو گیا تھا جبکہ نوازش صاحب کے لیے روتی
ہضم کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

عائشہ کے روپ ... اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور نوازش صاحب کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ کتنی دیر اس کے ساتھ بیٹھ کر اسے تسلی دیتے رہے۔ وہ جو بہت غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں بیٹا! جانا تو ہے۔ اتنے دن ہو گئے تمہاری آنٹی بھی اکیلی ہیں۔ مجھے تمہاری فکر تھی لیکن تمہارے تایا نے کافی تسلی دی ہے کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں گے لیکن تم فکر نہ کرو۔ ہم آتے جاتے رہیں گے۔ فون پر بھی تم سے رابطہ رہے گا۔"

پتا نہیں کیوں اسے ڈھیر سارا رونا آیا تھا۔

"عائشہ! تم ایسے روؤ گی تو مجھے پریشانی ہو گی وہاں بھی میں پریشان رہوں گا۔" تب ہی احمد اندر آیا تھا۔

"چلیں پاپا۔"

"ہاں چلو۔ اچھا بیٹا اپنا خیال رکھنا" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔ ان کے جانے کے بعد عائشہ نے آنسو بھری نظروں سے سامنے دیکھا۔ وہ وہیں کھڑا تھا عائشہ خود اٹھ کر اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں آپ سے معافی مانگنے آئی ہوں۔ میں نے پاپا کے علاوہ آپ کو بھی بہت ہرٹ کیا ہے۔ پاپا آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ آپ پر ان کو مان بھی بہت تھا۔ میں نے تو ان کا مان توڑ دیا تھا۔" کہنے کے ساتھ اس کی آواز بھرا گئی تھی "اگر آپ مجھے معاف کر دیں گے تو پاپا بھی مجھے معاف کر دیں گے بولیں آپ نے مجھے معاف کر دیا نا!"

احمد کا سر خود بخود ہل گیا تھا۔

"میں تم سے ناراض نہیں۔"

"تو؟" عائشہ کی تو پر اس نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔

"تو کیا۔"

"کچھ نہیں۔" وہ پلٹ گئی تھی جبکہ اس کی تو کو لے کر وہ سارا راستہ سوچتا رہا تھا۔

٭ ٭ ٭

اب اس کے دن رات معافی مانگتے گزر جاتے تھے ابھی بھی کمرے میں پڑے پڑے اس کا دل گھبرانے لگا تو وہ باہر آ گئی۔ اس کا رخ سلطان صاحب کے کمرے کی طرف تھا لیکن اندر داخل ہوتے ہی اسے جھٹکا لگا تھا کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ سے ہلی تھی۔ وہ وہیں سے چیخی تھی "سکینہ۔"

"جی باجی۔" وہ بھاگتی ہوئی آئی تھی۔

"یہ کس نے؟" اس نے انگلی سے کمرے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ غصے کے مارے اس سے بات پوری نہیں ہو رہی تھی۔

"باجی! ابھی نہیں۔ ساری جگہ پر ہی کچھ ہے آپ کے تایا نے سارے گھر پر قبضہ کر لیا ہے۔" وہ ایک دم شاکڈ ہو کر رہ گئی تھی۔ اب کے اس نے دھیان سے سارے گھر کا جائزہ لیا۔

اس نے ان کی وارڈ روب کھولی۔ ان کے کپڑے ان کے لاکرز میں رکھے زیورات نقدی سب غائب تھے۔ وہ جیسے وہیں گر گئی تھی اس کا دماغ بالکل سن ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے چلتی ہوئی باہر آئی۔ سکینہ وہیں کھڑی تھی۔

"یہ سب کب سے ہو رہا ہے؟"

"یہ تو جی قل کے بعد سے ہو رہا ہے۔"

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔"

"میں کتنی دفعہ آئی تھی آپ کے پاس پر آپ کی حالت ایسی نہیں تھی اور تو اور وہ لوگ مجھے بھی نکالنا چاہتے ہیں۔ میں ہی ڈھیٹوں کی طرح خود آ جاتی ہوں مجھے بس آپ کی فکر ہے۔ میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ جو ہونٹ چباتے ہوئے سکینہ کی بات سن رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

"رو نہیں باجی آپ تو بڑی بہادر ہو۔" سکینہ کو اس پر بڑا ترس آیا تھا۔

"بہادر نہیں ہوں سکینہ ...! میری ساری بہادری میرے پاپا کی وجہ سے تھی۔ وہ کہتے تھے میں دنیا کے

روپ نہیں جانتی۔ دیکھو سکینہ میں نے کتنا دھوکا کھایا۔ ہر جگہ ہر رشتے سے دھوکا کھا رہی ہوں اور جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں نے اپنے پاپا کا دل دکھایا اور اب مجھے سمجھ آ رہی ہے۔ انہوں نے مجھے معاف نہیں کیا۔" وہ اب پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"نہیں باجی! ایسے نہ روؤ۔ ماں باپ اپنے بچوں سے ناراض نہیں ہوتے چاہے وہ جتنی مرضی بڑی غلطی کرلیں، صاحب تو آپ سے پیار بھی، بہت کرتے تھے۔ وہ غصہ ضرور تھے پر ناراض نہیں۔"

"میں اکیلی رہ گئی سکینہ! بالکل اکیلی۔"

"آپ اکیلی نہیں باجی! جس کا کوئی نہیں ہوتا۔ اس کا اللہ ہوتا ہے اور پھر احمد بھائی بھی تو آپ کے اپنے ہیں۔" اور وہ رونا بھول کر سکینہ کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں باجی! بڑے صاحب نے انہیں آپ کے لیے پسند کیا تھا۔ احمد بھائی تو دعا ہیں صاحب کی آپ کے لیے۔" وہ سب بھول کر سکینہ کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

وہ لاؤنج میں آئی تو وہ تینوں بڑے خوشگوار موڈ میں ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

"ارے واہ بھئی۔ آج عائشہ کیسے کمرے سے باہر آ گئی۔" زبیدہ نے بڑے طنزیہ انداز میں اسے دیکھ کر کہا تھا۔

"تایا جی! آپ نے اپنا سامان پاپا کے روم میں شفٹ کیوں کیا؟" اس کے سوال پر ایک پل کے لیے تینوں کے چہرے کے رنگ اڑ گئے تھے۔

"بھئی اب ہمیں یہیں رہنا ہے تو گھر کے سربراہ کا جو کمرہ ہوگا۔ میں اسی میں رہوں گا نا۔" ساجد صاحب کی ڈھٹائی پر اس کا غصہ عود آیا تھا۔

"وہ کمرہ میرے پاپا کا ہے اور یہ گھر میرا ہے اور پاپا کے ڈاکومنٹس، زیورات، پیسے سب کس کی اجازت سے آپ نے نکالے ہیں؟"

"توبہ کیسی بدتمیز لڑکی ہے۔ اپنے ——— تایا سے زبان چلا رہی ہے۔" زبیدہ نے دونوں گال پیٹتے ہوئے کہا۔

"دیکھو لڑکی! تمہارے یہ بدتمیز انداز تمہارا باپ برداشت کرتا تھا۔ میں نہیں کروں گا۔ اب یہ میرا گھر ہے اور سلطان کا بھائی ہونے کے ناتے یہ جائیداد، یہ بزنس سب میرا ہے۔ تمہارا کام گھر میں رہنا ہے اور تمہاری روٹی کپڑے کی جو ضرورت ہے، پوری ہو جائے گی اور یہ ہمارا احسان مانو کہ تم جیسی بدزبان لڑکی جس کی پہلے منگنی ٹوٹ چکی ہے، یہ بھی ہماری قربانی سمجھو ہم تمہیں بہو بنا رہے ہیں۔ اگلے ہفتے ہم تمہارا نکاح سعد کے ساتھ کر رہے ہیں۔"

دھماکا ہونا، زلزلہ آنا یہ سارے محاورے اب اس کی سمجھ میں آ رہے تھے۔ اس کی نظریں ان دونوں سے ہوتی ہوئی سعد پر جا رکیں۔ اس کی وہی مکروہ دل جلانے والی ہنسی۔ وہ ایک دم پھٹ پڑی تھی۔

"یہ ناممکن ہے۔ میں اس سے شادی کروں اس سے بہتر ہے۔ میں اپنی جان دے دوں۔" اب کے سعد کھڑا ہو گیا تھا۔

"اپنی خواہش پوری کیے بغیر میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

"بس۔" ساجد صاحب نے اسے ٹوک دیا۔

"دیکھو عائشہ! یوں ضد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ تمہارے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں اور اس جائیداد کو پانے کے لیے میں نے بہت انتظار کیا ہے۔ اب جب مجھے موقع ملا ہے تمہاری ضد کے لیے میں اسے گنوا نہیں سکتا۔ تمہارا باپ بھی ایسا ہی تھا اڑیل، سیدھی زبان اس کی بھی سمجھ نہیں آتی تھی مجبوراً غنڈوں کو بھیج کر مجھے اسے ڈرانا پڑا تاکہ وہ سعد کو اپنانے پر تیار ہو جائے لیکن وہ نوازش کے بیٹے کو لے آیا اور وہ لڑکا تو جیسے تمہارے باپ کا سایہ بن گیا تھا۔ ہر جگہ اس لڑکے نے ہمیں ناکام کیا۔ پر جو کام ہم نہیں کر سکے۔ تم نے کر دیا۔ جاؤ شاباش۔ اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔"

اور وہ اپنے بے جان ہوتے وجود کو گھسیٹتی ہوئی اندر

"تم کیا کرو گی؟" اس کا نمبر لکھوانے کے بعد اس نے پوچھا۔

"وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔" ساتھ ہی اس نے فون بند کر دیا۔ فون سائلنٹ پر کر کے اس نے وارڈروب میں چھپا دیا۔

☼ ☼ ☼

وہ جب اپنے ماضی میں جھانکنے بیٹھتی تھی تو سوائے ندامت کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسے پاپا کی کہی ہوئی ایک ایک بات یاد آئی تھی۔ سوچتے سوچتے وہ احمد پر آ کر رک گئی پھر سر جھٹک کر جیسے خود کو اسے سوچنے سے روکا تھا۔

"وہ کبھی مجھے نہیں اپنائے گا میں بدتمیز ہوں نا" اس کی آنکھوں کی سطح گیلی ہو گئی تھی۔ اگر اس کے دل میں میرے لیے کوئی اچھا احساس ہوتا تو میری خبر تو لیتا زندہ ہوں یا مر گئی اور پھر سدرہ نے فون تو کیا ہو گا میری پریشانی کا بھی بتایا ہو گا" ایک دن گزر گیا وہ نہیں آیا تب ہی ناگوار سی بو اس کی ناک سے ٹکرائی تو اس نے نظریں گھما کر دیکھا اس کے بالکل سامنے سعد بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔ وہ ایک دم یوں اچھل کر کھڑی ہوئی تھی جیسے اسے بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

"ایسا کیا سوچا جا رہا تھا جو تمہیں میرے آنے کا بھی پتا نہیں چلا۔" وہ نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا اس کی آواز کی لڑکھڑاہٹ اور حرکات بتا رہی تھیں کہ وہ نشہ کی حالت میں ہے۔ وہ اس وقت بالکل بھی اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

خود پر جمی اس کی نظروں سے اسے کراہیت ہو رہی تھی اور ایسے ہی تاثرات شاید اس کے چہرے پر بھی آ گئے تھے، وہ کچھ کہے بغیر آگے بڑھی تھی لیکن اس نے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا تھا اور اسی تیزی سے عائشہ کا ہاتھ گھوما تھا اور اس کے منہ پر نشان چھوڑ گیا تھا۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا ایک پل کے لیے لڑکھڑا گیا تھا لیکن اگلے ہی پل اس نے طیش کے عالم میں تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا اور وہ لہرا کر منہ کے بل

پیارے بچوں کے لئے

قصص الانبیاء

تمام انبیاء علیہ السلام کے بارے میں مشتمل ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے آپ اپنے بچوں کو پڑھانا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کا شجرہ مفت حاصل کریں۔

قیمت -/300 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے پر ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

"کل تک مجھے یہ گھر خالی چاہیے۔" اس نے احمد کی اونچی آواز سنی تھی۔

"یہ گھر سلطان نے میرے نام کر دیا تھا۔" ساجد صاحب کی آواز پر اس نے نوازش صاحب کے کندھے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"اچھا۔" احمد طنزیہ آواز میں بولا۔ "ان کی اکلوتی بیٹی ان کی وارث موجود ہے پھر کس خوشی میں وہ جائیداد آپ کے نام کریں گے۔"

"میرے پاس ثبوت ہے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے بتا دوں انکل کی جائیداد کی سارے اصل دستاویز میرے پاس ہیں۔ میں بحث نہیں کرنا چاہتا جس طرح آپ کا بیٹا جیل پہنچا ہے میں نہیں چاہتا اس عمر میں آپ دونوں میاں بیوی جیل میں چکی پیسیں۔ آپ دونوں کو تو میں عمر کا لحاظ کر کے چھوڑ رہا ہوں لیکن آپ کے بیٹے نے ایک کمزور لڑکی پر ہاتھ اٹھا کر جو بے غیرتی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ ناقابل معافی ہے۔ چلیں پاپا۔"

وہ کہہ کر باہر نکل گیا اور ان کے پیچھے وہ دونوں بھی نکل آئے۔

☼ ☼ ☼

احمد کے گھر میں تین نفوس تھے نوازش انکل، سلمیٰ آنٹی اور احمد شروع میں وہ ان کے ساتھ ایک فاصلے پر رہی حالانکہ وہ اس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ انکل صبح اپنے سامنے اسے ناشتا کرواتے ان کے جانے کے بعد آنٹی اسے کچن میں ساتھ لے جاتیں، کبھی اپنی کسی فرینڈ کے گھر تو کبھی آؤٹنگ پر۔ زبردستی اسے ہر بات میں شامل کرتے ____ وہ کافی حد تک بدل گئی تھی ____ ان کا خلوص اور محبت تھی کہ وہ ان سے اٹیچ ہو گئی تھی صرف وہی ایک نظر نہیں آتا تھا اور کبھی آمنا سامنا ہو بھی جاتا تو لاپروا سا گزر جاتا اور وہ سارا سارا دن کڑھتی رہتی اسے احمد کا اگنور کرنا بہت برا لگتا تھا۔

اپنے اس برے وقت میں اسے وہی یاد آیا تھا اور وہ ہی آئی تھی اور بیڈ پر بیٹھ کر اس نے دونوں ہاتھوں میں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔

"یا اللہ! مجھے میری نافرمانی کے لیے معاف کر دیں معاف کر دیں" وہ اب معافی کی گردان کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"او میرے خدا۔" اس کی باتیں سن کر سدرہ کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا۔ "مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے سدرہ! ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے ابھی کچھ ہو جائے گا۔ ہر نیا دن میرے لیے نیا انکشاف لے کر آتا ہے۔ باہر جاتے ہیں تو مجھے لاک کر جاتے ہیں۔ ایک سکینہ کا سہارا تھا۔ اسے بھی انہوں نے نکال دیا۔ میرا موبائل بھی چھین لیا۔ یہ تو اندر ایک پرانا موبائل تھا پاپا کی کوئی پرانی سم تھی وہ استعمال کر رہی ہوں۔"

"اور پتا ہے عائشہ! میں دو دفعہ تم سے ملنے آئی تھی لیکن مجھے تم سے ملنے نہیں دیا کہا تم گھر پر نہیں ہو۔ تمہارا سیل بھی بند تھا شک تو مجھے تب ہی ہو گیا تھا۔"

"سدرہ پلیز! کچھ کرو نہیں تو میں ایسے ہی گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی۔" وہ اب رو پڑی تھی۔

"عائشہ! پاگل مت بنو۔ کب تک یوں رو رو کر خود کو ہلکان کرتی رہو گی بہادری کا مظاہرہ کرو۔"

"کیسے؟" وہ اب روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"تم احمد کو فون کرو۔"

"احمد۔" وہ ایک دم رکی تھی۔

"ہاں احمد، وہی تمہاری مدد کر سکتا ہے۔"

"لیکن سدرہ! کس منہ سے اس سے مدد مانگوں تم جانتی ہو میں نے ہمیشہ اس سے بدتمیزی سے بات کی ہے۔ وہ کیوں کرے گا میری مدد۔"

"وہ کرے گا تمہاری مدد اور کیوں کا جواب وہ خود دے گا۔"

"میں سمجھی نہیں سدرہ، تم مجھے الجھا رہی ہو۔"

"تمہارے پاس اس کا نمبر ہے۔"

"ہاں۔"

"مجھے دو۔" عائشہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی۔

گری تھی۔ پیشانی اتنی زور سے زمین سے ٹکرائی تھی کہ وہ بلبلا اٹھی تھی۔ ابھی وہ سنبھلی نہیں تھی کہ اس نے بالوں سے پکڑ کر اسے کھڑا کیا۔ درد کے مارے اس کی چیخ نکل گئی تھی۔

"ابے تمہیں آج میں تمہارا کیا حشر کرتا ہوں کہ دوبارہ سر اٹھا کر بات نہیں کر سکو گی۔" وہ اسے بالوں سے گھسیٹ کر بیڈ روم کی طرف لے جا رہا تھا خود کو چھڑانے کے لیے وہ پورا زور لگا رہی تھی۔ ڈور بیل پر وہ ایک دم رکا تھا اور یہی وہ پل تھا جب وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑا کر سیدھا کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ لاک کر لیا۔ اب وہ پاگلوں کی طرح دروازے کو ٹھوکریں لگا رہا تھا۔ پھر ساجد صاحب کی آواز آئی اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔

"یا اللہ میری مدد کر۔" وہ کانپتے ہوئے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں جکڑے دیوار سے لگ گئی پھر اچانک باہر سے زور زور سے بولنے کی آوازیں آنے لگیں اسے لگا کسی نے اسے آواز دی ہے۔ اس نے غور سے سنا اس کا ہی نام لیا جا رہا تھا وہ دروازے سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"عائشہ۔" اب کے آواز صاف تھی اور اس نے پہچان بھی لی تھی۔ اس نے جھٹکے سے دروازہ کھولا وہ بالکل سامنے کھڑا متلاشی نظروں سے اسے ڈھونڈ رہا تھا۔

"احمد۔" وہ چیختی ہوئی اس کی طرف بھاگی تھی۔ اس کے قریب جاتے ہی اس نے اس کا بازو مضبوطی سے تھام کر ماتھا اس پر ٹکا دیا تھا۔ احمد نے دونوں بازوؤں سے تھام کر اسے سیدھا کیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا۔" وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جہاں دائیں گال پر انگلیوں کے نشان بہت واضح تھے اور رونے کی وجہ سے اس سے بات نہیں ہو پا رہی تھی۔

"عائشہ! تم ٹھیک ہو۔" اب کے نوازش صاحب نے قریب آکر پوچھا تو وہ ان کے گلے لگ گئی۔

"بس بیٹا! ہم آگئے ہیں نا۔"

ماہنامہ کرن

جنوری 2015 کا شمارہ شائع ہو گیا

- "بیاد ابن انشاء"،
- سال نو کے موقع پر مختلف اداکاروں سے دلچسپ سروے،
- اداکارہ "سمیرا حسن" سے شاہین رشید کی ملاقات،
- اداکار "سمیع خان" کہتے ہیں "میری بھی سنیے"،
- اس ماہ "پارس شاہ" کے "مقابل ہے آئینہ"،
- "اک ساگر ہے زندگی" نفیسہ سعید کا سلسلے وار ناول،
- "ردائے وفا" فرحین اظفر کا نیا سلسلے وار ناول،
- "دریچہ محبت" شفق افتخار کا مکمل ناول،
- "فصیل دل" مصباح علی کا مکمل ناول،
- "خالہ، سالا اور اوپر والا" فاخرہ گل کی دلچسپ مزاحیہ تحریر،
- "محبت تیرے کتنے رنگ" سلمیٰ فقیر حسین کا ناولٹ،
- "جو دل چاہے" نازیہ جمال کا ناولٹ،
- "ایسا ہی ہوتا ہے" راشدہ رفعت کا ناولٹ،
- نزہت جبیں ضیاء، فرح نعیم، نورین اور ندا حسین کے افسانے اور مستقل سلسلے،

اس شمارے کے ساتھ کرن کتاب

"رحمت للعالمین ﷺ"

کرن کے ہر شمارے کے ساتھ علیحدہ سے مفت پیش خدمت ہے۔

تھا جو اس کی مدد کو آیا تھا پھر کیا بات تھی کہ وہ اس سے بولتا نہیں تھا حالانکہ وہ معافی بھی مانگ چکی تھی۔

آج وہ انکل اور آنٹی کے ساتھ باہر نہیں گئی تھی۔ کمرے میں پڑی بور ہونے لگی تو باہر آگئی اور پھر وہیں رک گئی ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی کے آگے وہی بیٹھا تھا اور کھانا کھا رہا تھا تبھی اس کی نظر بھی اس پر پڑی تھی۔

"تم مما پاپا کے ساتھ نہیں گئیں؟" اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"ہوں۔" وہ کہہ کر دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گیا تو وہ ڈھیٹوں کی طرح دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اس نے اس کے بیٹھنے پر دیکھا بھی نہیں تھا۔ وہ دیر تک اسے دیکھتی رہی۔ اچانک اس نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تو وہ سٹپٹا کر ٹی وی کی طرف دیکھنے لگی۔

"زیادہ بھوک لگی ہے۔" وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"یوں ندیدوں کی طرح کیوں دیکھ رہی ہو مجھے کیا آنکھوں کے رستے مجھے نگلنے کا ارادہ ہے۔"

"یہ آدمی کبھی نہیں سدھر سکتا۔" وہ غصے میں کھڑی ہو گئی۔

"کہاں جا رہی ہو۔"

"جہنم میں۔"

"ویری گڈ۔ اپنا خیال رکھنا۔"

کمرے میں آتے آتے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

وہ سلمیٰ آنٹی سے سردرد کی گولی لینے آئی تھی لیکن اس سے پہلے وہ اندر داخل ہوتی۔ ادھ کھلے دروازے سے اسے اپنا نام سنائی دیا تھا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی باہر رک گئی تھی۔

"بہت پیاری بچی ہے۔ مجھے تو بہت پسند ہے۔"

"جی بالکل اس پیاری بچی کا اصل روپ نہیں دیکھا آپ نے اس لیے پیاری لگتی ہے آپ کو۔" سلمیٰ آنٹی کے جواب میں اسے احمد کی آواز سنائی دی۔

"تم نے ہی کہا تھا نا کہ تم عائشہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" اب نوازش صاحب کی آواز آئی تھی جبکہ عائشہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

"جی وہ تب کی بات ہے، جب میں اسے ٹھیک طرح سے جانتا نہیں تھا' جانتے ہیں نا اس نے انکل کو کتنا ٹارچر کیا ہے۔" عائشہ نے بے ساختہ ہونٹ دانتوں تلے دبایا تھا۔

"احمد۔ وہ اس کا بچپنا تھا اور جو بھی بات تھی باپ بیٹی کے درمیان تھی۔ اگر سلطان اس سے ناراض ہوتا تو آخری لمحوں میں بھی مجھے عائشہ کو بیٹی بنانے کی بات نہ کرتا اور نہ تمہیں اس کی ذمہ داری سونپتا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اس لیے شادی سے انکار کر رہے ہو کہ اس نے کسی اور لڑکے سے منگنی کی تھی۔"

"نہیں۔ میں جانتا ہوں' وہ اس کی اصلیت جاننے کے بعد اس سے کتنی نفرت کرتی ہے بات یہ ہے کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتی۔"

"غلط اس دن جب ہم اس کے گھر پہنچے تھے وہاں سب تھے محلوان کو چھوڑو تمہارے علاوہ میں بھی تھا لیکن اس نے سب سے پہلے تمہیں آواز دی تھی اور جب تمہیں اس کی دوست کا فون آیا تھا تو پاگلوں کی طرح بھاگے بھی تم تھے لیکن اگر پھر بھی تمہیں عائشہ سے شادی نہیں کرنی تو بتا دو' وہ میری بیٹی ہے اور اسے تم سے اچھے لڑکے مل جائیں گے۔" اس سے آگے احمد نے کیا کہا کیا فیصلہ ہوا۔ وہ نہیں سن سکی۔ اس رات وہ روئی نہیں پر سو نہیں سکی۔

صبح جب وہ ڈائننگ روم میں آئی تو وہ تینوں موجود تھے وہ نوازش صاحب کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"انکل! میں گھر جانا چاہتی ہوں۔" تینوں نے ایک ساتھ اسے دیکھا تھا جبکہ وہ نظریں جھکائے پلیٹ کے ڈیزائن پر انگلی پھیر رہی تھی۔

"کیوں بیٹا! ہماری کوئی بات بری لگی تمہیں۔" سلمیٰ نے پریشانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"نہیں آنٹی! آپ لوگوں نے جتنی محبت مجھے دی ہے۔ وہ میں ساری زندگی نہیں بھول سکتی۔ لیکن آخر کبھی نہ کبھی تو مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"

"لیکن تم اکیلے کیسے رہو گی؟"

"ویسے ہی انکل! جیسے وہ سب لوگ رہتے ہیں جن کا کوئی نہیں ہوتا۔" احمد نے بے ساختہ پہلو بدلا تھا۔

"لیکن میں تمہیں اپنی بیٹی بنا کر لایا ہوں میں تمہیں اکیلے وہاں نہیں بھیج سکتا۔"

"پلیز انکل! مجھے فورس نہ کریں۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں۔" وہ یہی بتانے آئی تھی۔ بات ختم کر کے وہ کسی کو کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر اٹھ گئی تھی۔

"تم نے کچھ کہا ہے عائشہ کو۔" نوازش صاحب نے غصے سے احمد کو دیکھا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔ وہ تو خود حیران تھا اسے کیا ہوا ہے۔

"میں پوچھتا ہوں۔"

نہیں پاپا! میں دیکھتا ہوں۔" وہ ایک دم کرسی دھکیل کر اٹھا تھا۔

اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔ وہ اپنے بیگ میں کپڑے رکھ رہی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

"یہ کیا پاگل پن ہے۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ خاموشی سے پیکنگ کرتی رہی۔

"تم جانتی ہو نا' سعد اب پولیس کسٹڈی میں نہیں اور تم وہاں اکیلے رہنا چاہتی ہو تا کہ وہ پھر کچھ الٹا سیدھا کرے۔ میں تم سے بات کر رہا ہوں۔" اس کی مسلسل خاموشی پر احمد نے غصے سے اسے بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔

"تو اچھا ہے نا۔ میرے ساتھ الٹا سیدھا کرلے' جو لڑکیاں اپنے باپ کو تاراج کرتی ہیں۔ ان کی عزت کو نیلام کرتی ہیں۔ وہ ڈیزرو کرتی ہیں کہ ان کی عزت سے کھیلا جائے۔" بڑے زور کا تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا تھا پہلے تو وہ گال پر ہاتھ رکھے ہکا بکا اس کا سرخ چہرہ دیکھتی رہی پھر بیڈ پر بیٹھ کر رونے لگی۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی ورنہ تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

"ہوتے کون ہیں آپ مجھ پر حکم چلانے والے۔" وہ ایک دم ہاتھ ہٹا کر غصے سے بولی۔

"تمہارا ہونے والا شوہر۔" وہ بھی اسی کے انداز میں ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"مجھے نہیں کرنی آپ سے شادی۔"

"پر مجھے تو کرنی ہے۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ آئی لو یو!" وہ رونا بھول کر اس کا چہرہ دیکھنے لگی تو وہ مسکراتا ہوا اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔

"اور اب سے نہیں تب سے جب میں نے پہلی بار تمہیں دیکھا تھا تمہاری ساری بدتمیزیوں کے باوجود انکل کی وجہ سے تھوڑا دل خراب ہوا تھا لیکن جب اس دن تم نے معافی مانگی تھی' میں نے اسی دن سب بھلا دیا تھا۔"

"تو پھر آپ مجھ سے بات کیوں نہیں کرتے تھے۔" وہ ناراضی سے بولی۔

"تمہیں تنگ کر رہا تھا کیوں کیونکہ تم نے بھی مجھے کم تنگ نہیں کیا تھا۔"

"اور آپ نے رات کو انکل کو کیوں کہا" آپ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتے۔"

"وہ اس لیے کہ مجھے پتا تھا کہ تم باہر کھڑی ہو۔"

"آپ کو سب کیسے پتا چل جاتا ہے۔" وہ سب بھول کر جلدی سے بولی۔

"مجھے دل کو جاننے کا علم آتا ہے۔"

"اچھا تو بتائیں' میرے دل میں کیا ہے؟"

"میں۔" احمد کے دعوے پر وہ حیران رہ گئی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا؟" احمد کے قہقہے پر اسے اپنی بے اختیاری کا احساس ہوا تو ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"چلو یہی بات اب مما پاپا کو چل کر بتاؤ' وہ پریشان ہو رہے ہیں۔" وہ اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔

"احمد! میرا ہاتھ چھوڑیں۔" اب کے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔ چلو۔" وہ اسے کھینچتے ہوئے بولا تو وہ شرمیلی مسکراہٹ لیے ہوئے اس کے ساتھ چلنے لگی کیونکہ اب انہیں یونہی ساتھ ساتھ رہنا تھا۔